

اپنی باتیں

۲۸/ ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۴۲۹ھ کا پودرہ میں مجلس تعلیمی گجرات کی زیر نگرانی مدارس کے تعلیمی اور تربیتی انحطاط کے عنوان پر غور و فکر کے لئے ایک پروگرام مسجد عائشہ میں منعقد ہوا۔ جس میں عمومی طور پر گجرات کے بڑے مدارس کے اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی، اس موقع پر مفکر ملت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کا پودروی رئیس فلاح دارین ترکیسر نے ایک اہم و فکر انگیز خطاب فرمایا، جس نے سامعین کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا۔ اس اجلاس میں شرکت کے لئے المعہد الاسلامی مانک منوسہارنپور کے رفیق جناب مولانا محمد انعام اللہ صاحب قاسمی بھی گئے تھے، آپ نے ہی اس پروگرام کی نظامت کی تھی، خطاب بڑا موثر اور قلب و دماغ کو اپیل کرنے والا تھا۔ اسے سی، ڈی سے نقل کر کے یہاں کے ترجمان ”حرا کا پیغام“ میں دو قسطوں میں شائع کیا۔ اس خطاب کو پڑھ کر بھی بہت سے قلوب میں حرارت اور دل و دماغ میں فکر مندی کے جذبات ابھرے، بہت سے احباب نے خطوط اور ٹیلیفون کے ذریعہ اصرار کے ساتھ اس کا مطالبہ کیا کہ اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کر کے دور دور تک پہنچایا جائے تاکہ اس کا نفع عام ہو اور اس کی تاثیر سے نئی نسل فائدہ اٹھائے۔ لندن، افریقہ، پاکستان

تفصیلات

نام کتاب:- تعلیمی تربیتی اور فکری بیداری فنی اساتذہ کرام ہی پیدا کر سکتے ہیں (ایک اہم و فکر انگیز خطاب)

صاحب کتاب:- مفکر ملت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب

کا پودروی مدظلہ العالی رئیس فلاح دارین ترکیسر گجرات

حسب ایماء:- حضرت مولانا محمد ایوب صاحب ٹیل

وقاری محمد خالد صاحب استاذ جامعہ قاسمیہ کھرڈ گجرات

کمپوزنگ:- محمد یعقوب مظاہری شعبہ کمپیوٹر المعہد الاسلامی

پیشکش

صفہ اکیڈمی المعہد الاسلامی مانک منوسہارنپور، یو پی، انڈیا

احساسات

نحمدہ تبارک و تعالیٰ و نصلیٰ و نسلم علیٰ رسولہ

الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین ط

مخدوم و محترم حضرت مولانا عبداللہ کا پودروی دامت برکاتہم ہمارے ان بزرگ علماء کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل کے ساتھ فکر و دانش کی نعت سے بھی نوازا ہے، اور وہ موجودہ عالمی و ملی تناظر میں علماء کرام و اہل دانش کو انکی دینی و علمی ذمہ داریوں کی طرف مسلسل توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ مجھے ان سے نیاز مندی کا شرف حاصل ہے اور وقتاً فوقتاً انکی مشفقانہ دعاؤں اور رہنمائی سے مستفید ہوتا رہتا ہوں۔

ان کا تعلق گجرات (انڈیا) سے ہے جو قدیم زمانے سے اہل علم کا مرکز چلا آ رہا ہے اور اب بھی بھارت میں دینی تعلیم و تربیت اور ہدایت کے حوالہ سے گجرات کو امتیازی مقام حاصل ہے، حضرت مولانا عبداللہ کا پودروی مدظلہ العالی نے گزشتہ سال (نومبر-۲۰۰۸) کے دوران مجلس مشاورت تعلیمی گجرات کے زیر اہتمام دینی مدارس کے اساتذہ کے ایک اجتماع میں جو ایک فکر انگیز خطاب فرمایا ہے وہ میں نے المعہد الاسلامی مانک منوسہار پور یو، پی کے ماہنامہ ”حرا کا پیغام“ میں پڑھا، اسی میں دینی تعلیم کے موجودہ نصاب و نظام اور دینی مدارس کے ماحول اور طریق کار کے

اور جہاں جہاں تک یہ رسالہ پہنچتا ہے وہاں سے بھی ٹیلیفون پر اس کا اصرار کیا گیا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے اس کی اشاعت کی جائے، اور ہمارے رفیق مخلص جناب مولانا محمد ایوب صاحب پٹیل استاذ جامعہ قاسمیہ کھروڑ جو اس طرح کے کاموں کے بڑے قدرداں ہیں انہوں نے اور قاری محمد خالد صاحب کا پودروی نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ ملت کے سر پر تادیر قائم رکھے) نے اس پیغام میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا جس سے بہت سے قلوب آبدیدہ اور آنکھیں نم ہو گئیں، اسی لئے حضرت مولانا سے درخواست بھی کی تھی کہ وہ اس پر دوبارہ نظر ثانی کر لیں، لیکن وہ سفر پر تشریف لے گئے نظر ثانی نہ کر سکے، ان کی نظر ثانی کے بغیر ہی اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

ہم پاکستان کے ایک جلیل القدر عالم کا بطور تذکرہ ایک خط بھی پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اس سے متاثر ہو کر لکھا۔

حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ آپ کا یہ خطاب ہر استاذ کی آواز بن جائے اور نئی نسل کے تعلیمی و تربیتی انحطاط کو ختم کرنے میں یہ مؤثر ثابت ہو جائے، آمین۔

والسلام

محمد ناظم ندوی

المعہد الاسلامی مانک منوسہار پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه
و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل
له و من يضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له
و نشهد أن سيدنا و سادنا و حبيبنا و مولانا محمداً عبده و رسوله صلى
الله تعالى عليه و على آله و صحبه وسلم تسليماً كثيراً كثيراً اما بعد!

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ☆ بسم الله الرحمن الرحيم ☆
قال الله تبارك و تعالى في القرآن المجيد والفرقان الحميد ”هَلْ
يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ، وَقَالَ تَعَالَى وَيَلِّ لِلْمُطَفِّفِينَ
الَّذِينَ إِذَا كُتِبُوا عَلَيْهِ النَّاسُ يَسْتَوْفُونَ، وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ
يُخْسِرُونَ، أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ.“ صدق الله العلي
العظيم .

قابل صد احترام علمائے کرام! سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ
آپ حضرات بہت اہتمام کے ساتھ بہت دور دراز علاقوں سے ہماری اس معمولی سی دعوت
پر اس چھوٹے سے گاؤں (کاپورہ) میں تشریف لائے، سفر کی صعوبتیں آپ نے
برداشت کیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس تشریف آوری کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے اس مذاکرہ

بارے میں انکی فکر مندی اور احساسات کا صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں جنوبی ایشیا (پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش) میں دینی مدارس کے دائرہ
کار میں خوش آئند پھیلاؤ اور وسعت کے ساتھ ساتھ تعلیمی معیار اور تربیتی ذوق میں جو
کمی آرہی ہے وہ فی الواقع فکر مندی اور تشویش کی بات ہے، اور مولانا عبد اللہ صاحب
مدظلہ العالی نے اسی کی طرف توجہ دلائی ہے، انکایہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ اصل ضرورت
اساتذہ کو انکے مقام و منصب اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کی ہے، کیونکہ اگر
استاذ اپنے مقام، ذمہ داری، اور محنت کے اثرات سے صحیح طور پر آگاہ ہو اور اسکے لئے
محنت کرنے پر تیار ہو تو طلبہ کو مطلوبہ سائنچے میں ڈھالنا زیادہ مشکل کام نہیں، انہوں نے
اپنے اس فکر انگیز خطاب میں دینی مدارس کے اساتذہ کو جو ہدایات اور مشورے دیئے
ہیں وہ ہر استاذ کیلئے ایک بہترین لائحہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے، اور میری گزارش ہے کہ
اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ اس حوالہ سے حضرت موصوف کی فکر مندی اپنے
منطقی ثمرات سے بہرہ ور ہو سکے۔

والسلام

ابوعمار زاهد الراشدی، خطیب مرکزی جامع مسجد گوجران والا، پاکستان
(نزیل لندن ۲۵-اپریل-۲۰۰۹)

کو نافع بنائے اور اللہ کرے ہم کسی اچھے نتیجے پر پہنچیں آمین، اس لئے کہ یہ جو آج اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے، یہ کوئی اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ نہیں ہے اس سے پہلے بھی آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ ”تحفظ مدارس گجرات“ جس کے سکریٹری مولانا احمد صاحب دیولوی مدظلہ العالی ہیں انہوں نے بھی کئی اجلاس بلائے اور ایک اجلاس میں تو خاص اسی موضوع پر گفتگو ہوئی تھی، اور آپ حضرات کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہاں ایک کمیٹی بھی علماء کرام کی بنی تھی، مجھے زیادہ معلومات نہیں، وہ جو کمیٹی بنی تھی اس میں کیا کاروائی ہوئی اور وہ حضرات اب تک کس نتیجے پر پہنچے، کیونکہ میں سال کے اکثر حصے میں باہر رہتا ہوں۔

اجلاس کے انعقاد کی وجوہات:

اب پھر دوبارہ آپ حضرات کو اس موضوع پر اس لئے زحمت دی گئی ہے، دراصل شوال کے مہینے میں جب ہمارا نیا تعلیمی سال شروع ہوا، اس کے بعد سے اطراف کے تقریباً گیارہ مدرسوں میں ہماری حاضری ہوئی، آلی پور سے لیکر کنتھاریہ اور ماٹلی والا تک جو مدارس ہیں، وہاں جانا ہوا، اور ظاہر بات ہے جب ہم کسی مدرسے میں جاتے ہیں تو وہاں کے اساتذہ کرام سے تبادلہ خیال ہوتا رہتا ہے۔ تعلیمی انحطاط پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، ان حضرات کی گفتگو سے میں اس نتیجے پر پہنچا، کہ اساتذہ فکرمند ہیں، لیکن سوچ زیادہ تر یہ ہے کہ طلبہ سختی نہیں ہیں طلبہ توجہ نہیں کرتے، ہم تو مطالعہ کر کے پڑھاتے ہیں، لیکن طلبہ میں نہ کتابوں کا ذوق ہے اور نہ ہی مطالعہ کا شوق، وہ ماحول و حالات کا شکار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم ہمیشہ جہاں بھی دیہاتوں میں جاتے ہیں تو یقیناً آج کل دعوت و تبلیغ کی محنت کی وجہ سے ہر مسجد میں فضائل کی کتابیں سنانے کا معمول ہے، اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ہم بھی بیٹھ جاتے ہیں کہ بھائی حدیث شریف پڑھی جا رہی ہے تو ہم

بھی بیٹھیں، تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ فارغ التحصیل طالب علم جس نے آٹھ سال مدرسے میں لگائے ہیں اور وہ اردو کی کتاب صحیح انداز سے نہیں پڑھ پاتے اور نہ ہی اصلاح کی فکر کرتے ہیں، یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے۔

ایک تکلیف دہ واقعہ:

ایک جگہ یہ قصہ ہوا کہ کتاب پڑھی جا رہی تھی اس میں میرے خیال میں تقریباً سات آٹھ غلطیاں پڑھنے والے نے کیں، میں یہ سمجھا کہ یہ بیچارہ جماعت میں لگا ہوگا، پڑھا لکھا زیادہ نہیں ہے اس لئے غلطی کر رہا ہے، جب تعلیم ختم ہوگئی اور لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں بیٹھا رہا، اور تنہائی میں لے جا کر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ تو انہوں نے کہا میں ایک مکتب میں پڑھاتا ہوں، آپ کہیں کے فارغ التحصیل ہیں؟ جی ہاں، اس نے ایک مدرسے کا نام لیا کہ میں وہاں کا فارغ ہوں، میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ فارغ التحصیل ہیں آپ نے ایک ڈیڑھ صفحہ کی عبارت پڑھی اس میں آپ نے اتنی غلطیاں کیں، تو کم سے کم اتنا کریں کہ جتنا آپ کو پڑھنا ہے اس کو دیکھ لیا کریں، تاکہ اس طرح کی موٹی موٹی غلطیاں تو نہ ہوں، اس میں سب سے پہلے آپ کا فائدہ ہے، تو اس پر انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ مولوی لوگ تعلیم میں اسی لئے بیٹھتے ہیں کہ تنقید کریں، غلطیوں کو پکڑیں، بس ان کا اور کوئی کام نہیں۔

قوت فکر عمل پہلے فنا ہوتی ہے:

یہ ہمارے فضلاء کا ایک ذہن ہے کہ غلطیاں کر رہے ہیں، تعلیم میں کمزوری ہے، مطالعہ کا شوق نہیں، اپنے منصب کا خیال نہیں سراسر ناقص ہیں اور اس کا احساس بھی نہیں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اپنی کمزوری کا احساس بھی نہیں ہے، اور اس کا اعتراف بھی نہیں ہے، اور اپنی کمزوری کو تباہی اور کمی کا احساس نہ کرنا تباہی کا الارم

بہت پیارا جملہ کہا، سید حامد صاحب اردو بہت عمدہ بولتے ہیں) ہمیشہ جب کوئی شخص اپنے کام کو مکمل سمجھ لیتا ہے تب پھر اصلاح کی گنجائش بہت کم رہتی ہے، بہت پیارا جملہ کہا، جب کوئی شخص اپنے کام کو مکمل سمجھ لیتا ہے تو پھر اصلاح کی گنجائش بہت کم رہتی ہے، اور صحیح بھی ہے کہ آدمی کا کام مکمل کہاں ہو پاتا ہے، نت نئے آسمان انسان کے سامنے رہنے چاہئے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں
مکمل سمجھ لینا غلطی ہے:

میرا اپنا احساس یہ ہے کہ خود کو مکمل سمجھ لینا غلطی ہے، ہمیں جتنی فکر ہونی چاہیے اس کا نہ ہونا ہمارے طلباء کے تعلیمی انحطاط کا سبب ہے حال یہ ہے کہ صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے، ہمارے طلباء قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ نہیں کر پاتے، ہمارے طلباء کسی چھوٹی سے چھوٹی حدیث کا سلیس ترجمہ کرنے سے قاصر ہیں، اور تحریر میں یہ حال ہے کہ فارغ ہو جانے کے بعد اگر ایک خط کسی کو لکھیں گے تو اس میں یقیناً نہ جانے کتنی غلطیاں املاء کی ہوتی ہیں، جنہیں صاحب کتاب ہونا چاہئے تھا افسوس کہ وہ کتاب خوانی میں بھی کمزور ہو گئے، اور وجہ یہ ہے کہ ہم حالات سے واقف نہیں، باطل طاقتوں کی یم بہ یم موجوں اور طوفانوں سے نا آشنا ہیں، اس لئے وہ اضطراب و بے کلی نہیں ہے، علامہ اقبالؒ نے بڑے دکھ و اضطراب کی حالت میں فرمایا تھا اور دعا دی تھی ۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے

ہے، زبردست خطرے کی گھنٹی ہے۔

ہر کس کہ نداندو بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابد الدہر کابد
اور کسی شاعر نے کہا ہے:
قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے
ایک ناظم مدرسہ کا جملہ:

علیگڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد صاحب کو ہم نے چند سال پہلے ترکیسر میں دعوت دی، میں یہاں کے کچھ اداروں میں انہیں لے کر گیا تھا، دیکھئے! آپ تو علی گڑھ جیسی مشہور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں، ہمارے یہ ادارے بھی ذرا آپ دیکھیں! کچھ ہم کو بتائیں، تین چار دن ان کو یہاں رکھا، ایک جگہ ایک ادارہ کے مہتمم صاحب مدرسہ دکھلا رہے تھے اور اتفاق سے ادارہ دکھلاتے ہوئے ان کی زبان سے ایک جملہ نکل گیا (جو نہیں نکلنا چاہیے تھا) انہوں نے کہا کہ ہم نے اس ادارہ پر اتنی محنت کی ہے کہ اب کسی کے لئے انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، سید حامد صاحب نے استفہامیہ نظر سے میری طرف دیکھا، وہ تو ہوشیار آدمی ہیں، وہ گورکھپور کے کلکٹر بھی رہ چکے تھے، اور پھر ایک اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں یورپ میں رہ رہے ہیں اور پھر علی گڑھ جیسی یونیورسٹی کا وائس چانسلر، انہوں نے میری طرف اس طرح دیکھا میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ جملہ ان کو گھلا ہے، لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا اور وہ خاموشی سے سنتے رہے، چلتے رہے، مگر جب مدرسہ دیکھ کر ملاقات کر کے باہر نکلے، اور جب گاڑی روڈ پر چلنے لگی تو انہوں نے میری طرف خطاب کر کے کہا کہ مولانا صاحب! (سید حامد صاحب نے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو !
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں
میں ایک مرتبہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا
حضرت نے مجھ سے یہ فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ اپنے علاقے میں ذرا اس پر محنت
کریں تاکہ آپ کے طلباء کی اردو زبان ٹھیک ہو جائے، حضرت نے خاص طور پر فرمایا،
اور ساتھ ساتھ یہ جملہ فرمایا کہ آپ کے علاقے کے بعض علماء کے خطوط میرے پاس آتے
ہیں جو فارغ التحصیل ہیں لیکن خط ایسا ہوتا ہے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے کسی مبتدی
طالب علم نے لکھا ہے، یہ جملہ تھا مولانا علی میاں صاحبؒ کا، یہ افسوس کی بات ہے۔

دراصل کوتاہی ہماری ہے:

اچھا ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کمزوریاں جو ہمارے بچوں میں آرہی ہیں اس کی
سب سے بڑی وجہ ہم خود ہیں، ہم نے بتانا، محنت کرنا، فکر مند ہونا چھوڑ دیا ہے، میں آپ
سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ برانہ سمجھیں، ہم اپنی ذات کو اس کے بارے میں
مورد الزام ٹھہرائیں، کہ بچوں کو قوم نے ہمیں دیا ہے، یہ امانت ہمارے سپرد کی، لیکن ہمیں
جتنی توجہ کرنی چاہیے تھی، جس طرح خود کو پگھلانا و تپانا چاہئے تھا ہم نے اس میں بہت
کوتاہی کی۔

چمن میں تلخ نوائی مری گواہ رہ کر
کہ زھر بھی کرتا ہے کبھی کار تریاتی
اور یہ کیفیت ہو.....
تو اے مسافر شب خود چراغ بن اپنا

کر اپنی تاریک کو خون جگر سے نورانی
اساتذہ شفقت کے ساتھ ذہن سازی کریں:

میرے دوستو! طلباء یوں نہیں بنا کرتے، طلبا بننے ہیں اساتذہ کی پوری توجہ سے،
اساتذہ اگر دل لگا کر طالب علم کے پیچھے پڑ جائیں اور ہر جماعت میں اگر ۲۵ یا ۳۰
طالب علم ہیں تو ہر ایک کا جائزہ لیں، کہ اس کی ذہنی سطح کیسی ہے؟ اس کے حالات کیسے
ہیں، یہ کس علاقہ کا ہے، گھر کی پوزیشن کیا ہے؟ اور یہ طالب علم پیچھے کیوں رہ رہا ہے؟
اس کے بات کیوں سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟ کس پہلو میں یہ کمزور ہے، اور اس کے پیچھے
وہ مسلسل محنت کرتے رہیں، اس کے بارے میں مشورے کریں دعائیں کریں، تجربہ
ہمارا یہ بتا رہا ہے کہ طالب علم پھر بن جاتا ہے۔

۳۵ سالہ تجربہ:

دوستو! ۳۵ سال میرے تعلیمی اداروں میں گزرے ہیں اور میں نے اندازہ لگایا کہ
جو اساتذہ طالب علموں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں، ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم جو معلم انسانیت، مربی انسانیت اور محسن انسانیت تھے، ان پر احسان کے انداز میں
اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظًا
الْقَلْبِ لَا أَنْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ“ کہ اللہ تعالیٰ کے
فضل و کرم سے آپ ان کے لئے نرم دل ہیں، اگر آپ درشت گوشت دل ہوتے تو وہ
آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے پس آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش
طلب کریں۔ اساتذہ ان کو اپنے کمرے میں بلا کر خارجی کتابیں پڑھاتے ہیں، ان کا
ذہن مطالعہ کا بناتے ہیں، تو پھر وہ طالب علم کام کے انسان بن گئے ہیں اور اچھے مدرس
بنے ہیں، انہوں نے قوم کی خدمت کی وہ جہاں گئے، جہاں رہے، نافع و فائدہ مند بنکر

رہے، یہ تجربہ ہو چکا ہے، اگر طالب علم معمولی سی غلطی کرتا ہے، سبق ٹھیک سے نہیں سناتا اور استاذ نے اس کو ایسا جملہ کہہ دیا کہ بھائی تم کو کس نے کہا تھا؟ کہ تم مدرسے میں آکر داخل ہو جاؤ، تم فلائی جگہ جا کر بیگن کیوں نہیں بیچتے؟ میں نے خود یہ جملہ سنا ہے، یہ بہت خطرناک بات ہے، اس سے طالب علم بد دل ہو جاتا ہے، ایک طالب علم بیچارہ علم حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس آیا ہے، ہم نے تو یہ جملہ کہہ کر اس کا ضمیر چکنا چور کر دیا وہ تو دل برداشتہ ہو گیا اور اس میں کم ہمتی، احساس کمتری پیدا ہو گئی۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا سیدنا امام شافعیؒ کا طرز عمل:

استاذ کو تو یہ چاہئے تھا کہ اس کو ہمت دلاتے، اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے اس کو اپنے قریب بلاتے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اسے کہتے کہ بیٹا! کیا بات سمجھ میں نہیں آتی اور کیوں نہیں آتی؟ آبیٹھ جا میرے پاس!

میں نے سیدنا امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کا قصہ کسی کتاب میں پڑھا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، سیدنا امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مجلس ہو رہی تھی، مسئلہ کی تفہیم فرما رہے تھے، بہت سے طلبہ حضرت کے سامنے تھے، لیکن ایک بیچارہ کمزور ذہن کا تھا) جیسے ہمارے یہاں بہت سے بچے ہوتے ہیں) اور وہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا، امام صاحب بار بار ایک مسئلہ کو دہرا رہے تھے، عبارت تو ایسی لکھی ہے ”كَرَّرَ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَمْ يَفْهَمْهُ“ ستر مرتبہ وہ نہیں سمجھا، تو وہ شرمندہ ہوا کہ امام صاحب اتنا سمجھا رہے ہیں مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے ”فَخَرَجَ مِنَ الْعُرْفَةِ خَجَلًا“ شرمندگی کے مارے وہ کمرے سے نکل گیا، ”فَتَبِعَهُ الشَّافِعِيُّ وَاجْلَسَهُ فِي غُرْفَةِ الْآخَرَى

وَكَّرَّرَ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ حَتَّى فَهَمَهُ“ عجیب بات ہے امام شافعیؒ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کے پیچھے پیچھے گئے اور اس کو دوسرے کمرے میں بٹھایا اور فرمایا کہ مایوس ہو کر جانے کی ضرورت نہیں بیٹھ جاؤ پھر میں سمجھاتا ہوں، اس کو کہتے ہیں کہ جگر کو پاش پاش کرنا، طالب علم کے لئے پتہ مارنا، طالب علم کیوں نہیں بنتے، اگر محنت ہوگی تو انشاء اللہ بنیں گے۔

ہمارا مزاج جگر پاشی کا نہیں رہا:

میرے دوستو! ہمارے یہاں یہ جو جگر پاشی اور فکر مندی کی کمی ہے اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے، ہم اگر اس بات کا اعتراف نہیں کرتے ہم انحطاط کو کبھی دور نہیں کر سکتے، تجویزیں پاس کرتے رہیں گے، جیسے کہ ”تحفظ مدارس“ تجویزیں پاس ہوئیں ابھی مجھے دی گئی اس میں یہ سب باتیں ہیں جو ہم یہاں کر رہے ہیں کہ بھائی طلباء کی کمیاں ہیں، لیکن معاملہ آگے کیوں نہیں بڑھا ہمیں تو اب یہ سوچنا ہے کہ تقریریں تو بہت ہو چکی ہم آپس میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ طلبا ایسے آتے ہیں، طلبا کام نہیں کرتے، غبی ہوتے ہیں، والدین یہ نہیں کرتے، مہتمم صاحب ایسا کرتے ہیں، بھائی مہتمم جو کچھ کرتا ہو، والدین کچھ کرتے ہوں، طالب علم آپ کے ہاتھ میں آیا، اگر آپ محنت کر جائیں، تو طالب علم کچھ بن جائے گا۔

مقصود ہنر سوزِ حیات ابدی ہے
یہ ایک نفسِ یاور نفسِ شرر کیا
امام اعظمؒ کا واقعہ:

امام صاحب کے پاس امام ابو یوسفؒ کی والدہ امام ابو یوسف کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی، کہتی تھی کہ میرے بچے کو کہاں لے جاؤ گے؟ میں غریب ہوں یہ کچھ کما کے لاتا ہے،

میرے دوستو! ہمارا اپنا مطالعہ بہت کمزور ہے، ہماری اپنی زبان درست نہیں ہے، تو ہمارے طلباء کی زبان کیسے درست ہوگی؟ مدرسہ میں پڑھانے والے استاذ کبھی جب تقریر کرتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ بھائی یہ استاذ ہے..... اور اس کو اردو زبان میں مذکور مومنٹ کا پتہ نہیں چل رہا ہے، معلوم ہو کہ یہ لفظ اردو میں مذکور ہے یا مومنٹ ہے، لیکن ہمیں چونکہ اردو زبان سے مناسبت نہیں ہے، اور مناسبت اس لئے نہیں ہے کہ ہم اردو کتابیں نہیں پڑھ رہے ہیں، ہمارا مطالعہ ہی نہیں ہے۔ ہمیں جو کتابیں مدرسہ میں دی گئی ہیں ان کا حاشیہ اور جو مشہور شرح ہے اس کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ بھائی ٹھیک ہے ہم پڑھا دیں گے، اپنا فریضہ گویا پورا ہو گیا، حالانکہ یہ بات ٹھیک نہیں، ہمیں اوپر کی کتابیں نیچے کی کتابوں کے لئے دیکھنی چاہئے، تاکہ ہم صحیح رہنمائی کریں، ہمیں موجودہ دور میں جو رسائل نکلتے ہیں، جو نئی نئی کتابیں چھپتی ہیں اس سے واقف ہونا ضروری ہے۔

نئی کتابوں سے ہمارے احباب ناواقف ہیں:

میں ایک مثال دیتا ہوں، مشکوٰۃ المصابیح تمام مدرسوں میں داخل نصاب ہے، برصغیر کا کوئی دارالعلوم ایسا نہیں ہے جس میں یہ کتاب نہ پڑھائی جاتی ہو، میں نے کئی جگہ مدرسوں میں معلوم کیا کہ آپ کے پاس مشکوٰۃ شریف کا وہ نسخہ آیا ہے جس کو البانی نے تحقیق سے شائع کیا ہے، ناصر الدین البانی نے اپنی تحقیق سے ایک نسخہ شائع کیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے میں نے کہا وہ نسخہ آیا ہے جس کو شام کے ایک عالم نے تحقیق کر کے شائع کیا ہے، تو کہا کہ اس کا بھی ہمیں تو علم نہیں، ہمارے پاس تو یہ دیوبند کی چھپی ہوئی مشکوٰۃ شریف ہے، تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ جب ہمارے مدرسین کو کتابوں کا علم نہیں کہ یہ کتاب چھپی ہے اور جبکہ مشکوٰۃ شریف ہر مدرسہ میں داخل ہے پھر ہمارے مدرسوں کا کیا حال ہوگا؟

میرا گذر ہو جاتا ہے، پھر امام صاحبؒ نے اپنی جیب میں سے خرچ مقرر کیا، اور اس بچہ کو پڑھایا، دیکھا کہ اس کے اندر صلاحیت ہے، مال خرچ کیا، والدہ کو سمجھایا، اور پھر وہ قاضی القضاۃ بنیں، لیکن امام صاحبؒ نے اس کو اپنے پاس سے وہ سب کچھ دیا جس کی ضرورت تھی، ان کی والدہ کو فرمایا، فکر مت کرو، تمہارا خرچ ہم دیں گے۔

طلباء میں اب بھی صلاحیتیں ہیں:

ہمیشہ جب استاذ کسی طالب علم کے پیچھے اس طرح محبت و شفقت سے اور اپنے خون جگر کو پگھلا کر محنت کرتا ہے تو طالب علم ضرور بنتا ہے، یہ بات غلط ہے کہ طلباء غلط آرہے ہیں، اچھی صلاحیت کے طلباء اب بھی ہمارے مدارس میں ہیں، ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، انہیں حکمت عملی کے ساتھ ہمیز لگانے کی فکر کرنی ہے، اس لئے ہمیں اس پر غور کرنا ہے اور ہم باتیں بہت کر چکے ہیں، بہت تجویزیں ہم نے پاس کر لی ہیں، اب وقت آچکا ہے کہ ہم عملی زندگی میں قدم رکھیں، قوم ہم کو اتنا پیسہ دے رہی ہے کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ۳۰ مدرسے ہمارے یہاں گجرات میں ہیں، جن میں دورہ ہو رہا ہے، لیکن جب لسٹ بنی تو معلوم ہوا کہ ۳۰ نہیں چالیس کے قریب ہیں، اس میں دو چار مدرسے ایسے ہوں گے جس میں دورہ نہیں ہے، شرح وقایہ تک کی تعلیم ہے، لیکن پھر بھی وہ عربی مدرسے ہیں، ۴۰ مدرسے گجرات کی سرزمین پر ہیں۔

رجال سازی میں ہم ناکام ہیں:

لیکن ہمیں ایک شیخ الحدیث تلاش کرنے کے لئے بار بار باہر جانا پڑتا ہے، ہم نہ تو حدیث کا استاذ تیار کر سکتے نہ ہمارے طلباء میں یہ صلاحیت ہے کہ کسی حدیث کی تخریج کر سکے، تخریج کرنا کیا ہے وہ سمجھتے بھی نہیں، اس کی وجہ کیا ہے۔

یہ کتابیں ہمارے مدرسوں میں منگوانی چاہئے، میرے دوستو! بہترین کتابیں چھپتی ہیں، یہاں (مسجد عائشہ کے دروازہ پر) ایک کتاب رکھی ہے شروح میں نور الیقین کے نام سے، پورے کلام پاک کی اس میں ترکیب ہے، الحمد للہ لیکرو الناس تک، یہاں وہ کتابیں بھی ہم نے رکھی ہیں جو پاکستان کی چھپی ہوئی ہیں، بہت سی عرب ممالک کی ہیں، تو وہ اس لئے رکھی ہیں کہ آپ حضرات ذرا جاتے ہوئے اس پر غور کریں، اور نئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اگر کتاب المغازی بخاری شریف میں آپ پڑھا رہے ہیں، تو ظاہر بات ہے کہ جس جگہ غزوہ ہوا اس کا جائے وقوع کیسا تھا؟ مسلمانوں کے لشکر کی کیا پوزیشن تھی؟ کفار کے لشکر کی کتنی تعداد تھی؟ اور غزوہ کا سبب کیا تھا؟ اور غزوہ کے اثرات کیا ہوئے؟ ہم اس پر بالکل کلام نہیں کرتے، ہم تو وہ کتاب جو بخاری شریف میں کتاب المغازی آئی ہے اس کی جو حدیث ہے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور تھوڑا سا جو کسی سیرت کی کتاب میں کوئی چیز ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں، اب نئی نئی کتابیں غزوات پر شائع ہو گئی ہیں، عربی میں شائع ہوئی، اردو میں شائع ہوئی، نئی نئی کتابیں اور پوری بحث کی گئی ہے۔ یہ غزوہ حدیبیہ میں کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کی رائے کے خلاف یہ کہا کہ ہم کو ہر حال میں صلح کرنی ہے چاہے دب کر کرنی پڑے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کیا؟ اور پھر یہ کرنے کے کیا اثرات ہوئے؟ اس پر پوری بحث کی گئی ہے، نقشے دیئے گئے ہیں، طلحہ شائع ہو گئے عربی زبان میں۔

اطلس السيرة النبوية سیرت پر مکمل طلحہ شائع ہو گئے، اور ایسے طلحہ شائع ہوئے ہیں کہ جس میں محدثین کے سفروں کا تذکرہ ہے، فقہ کے طلحہ شائع ہوئے، طلحہ الفتوحات الاسلامیہ تمام فتوحات کا طلحہ شائع ہوا، ابھی ایک طلحہ نیا

شائع ہوا، مدینہ منورہ میں، طلحہ الخلفاء الراشدين چاروں خلفاء کے بارے میں بڑی تفصیل سے ان کے گھروں کے فوٹو، وہ کہاں رہتے تھے کس طرح تھے، ان کو منگوالیں، مطالعہ کریں، اس پر تحقیق کریں، تھوڑا اوپر اٹھ کر مطالعہ کا مزاج بنائیں۔

طلبا پر ہماری کمزوریاں اثر انداز ہوگی:

میرے دوستو! نئی نئی چیز جو چھپی ہوئی ہے، اگر ہمارے اساتذہ اس سے واقف نہیں ہیں تو وہ طالب علم کو نہیں بنا سکتے، کیونکہ کنویں میں جو پانی ہوگا وہی پانی باہر آئے گا، برتن سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہوگا، لیکن اگر کنواں خالی ہے تو اس سے کچھ نہیں نکلے گا، ہم اگر کتابوں کے نام سے واقف نہیں ہیں اور اس کا مطالعہ نہیں کرتے تو ہماری زبان بھی درست نہیں ہو سکتی اور ہم طلباء کی زبان بھی درست نہیں کر سکتے، یہ یقینی بات ہے، جتنی کمزوریاں ہمارے اندر ہوں گی وہ کمزوری ہمارے طالب علم میں ہوں گی۔

پہلے کے اساتذہ اتنے مستعد تھے کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں فارسی اول میں ڈھانیل میں داخل ہوا، ۱۹۴۴ء کا زمانہ تھا، میں گاؤں میں جا رہا تھا اور میرے استاذ گاؤں سے آرہے تھے، گاؤں ہی میں رہتے تھے، حضرت مولانا عبدالحی بسم اللہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، (ڈھانیل میں راستے میں جہاں اساتذہ کے مکانات بنے ہوئے ہیں، جو آدمی ڈھانیل گئے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ٹنکی کے پاس وہاں ایک بہت بڑا بڑھکا درخت تھا) وہاں راستے میں ملاقات ہوئی میں نے السلام علیکم کہا، انہوں نے کوئی بات مجھ سے پوچھی، مجھے اب وہ جملہ یاد نہیں لیکن میری زبان سے یہ نکلا تھا کہ تم نے ایسا کہا تھا ”تم نے“ کہنے پر میرا کان پکڑا اور زور سے مروڑنا شروع کیا، میں تو گیارہ سال کا بچہ تھا، جس وقت میرا داخلہ ہوا میری عمر گیارہ سال تھی، مجھے کچھ پتہ نہیں کہ بھائی میرے کان کیوں مروڑے جارہے ہیں، وہ کہتے بھی نہیں تھے کہ تم نے یہ جملہ

کیوں ایسا استعمال کیا؟ لیکن انہوں نے ایسا مروڑنا شروع کیا، پھر مجھے خود ہی تنبہ ہو گیا کہ میں نے لفظ ”تم نے“ استعمال کیا تو پھر میں نے فوراً کہا کہ آپ نے فرمایا تھا، آپ نے فرمایا جب یہ جملہ کہا تو انہوں نے کان چھوڑ دیا، انہوں نے کہا ادب سیکھو، یہ ہے اصل استاذ کا کام۔

| | | | | | |
|-------|--------|-----|-------|-------|-------|
| نگاہ | ولی | میں | وہ | تاثیر | دیکھی |
| بدلتے | ہزاروں | کی | تقدیر | دیکھی | |

چارزانو نہیں بیٹھے دیتے تھے:

کبھی ہمیں یاد نہیں ہے کہ فارسی کے دو سال ان کے پاس پڑھے اور عربی اول ان کے پاس پڑھی، کبھی یہ یاد نہیں کہ ہم چارزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ سکے ہوں، فوراً کہتے تھے کہ کیوں میاں، کسی خوانچے کے انتظار میں بیٹھے ہو، یہ مولانا عبدالحی کا خاص جملہ تھا۔ زبان کی اصلاح بار بار فرماتے تھے کہ ایسا نہیں بولتے، یہ جملہ اس طرح نہیں ہے، زبان کی اصلاح استاذ کر سکتا ہے، زبان کے ادب سے آراستہ کر سکتا ہے، الفاظ کے استعمال کا صحیح طریقہ بتا سکتا ہے، ہمارا کام صرف کتاب پڑھا دینا ہی تو نہیں ہے۔

شیخ محمود کا ”ض کوز“ پڑھنے پر غصہ:

یہ ہی حال میں نے دیکھا شیخ محمود عبد الوہاب جو مصر سے دیوبند میں عربی سکھانے آئے تھے، وہ اسی انداز سے ہماری تربیت کرتے تھے، ہم ان سے عربی سیکھنے کیلئے بیٹھا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے سوال کر لیا، ہمارے جتنے ساتھی حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک طالب علم غیر حاضر تھا اس کا نام محمد تھا، انہوں نے پوچھا: ایسن غاب محمد؟ یہ سوال کیا کہ محمد کہاں غیر حاضر ہو گیا؟ اب میں سامنے بیٹھا تھا تو میں نے فوراً کہہ دیا کہ یرسا شیخ ہو مرینز، اوہو مرینز، کالفظ استعمال کیا، انہوں نے اتنی بڑی آنکھیں نکالیں (شیخ محمود

مصری مولے تو تھے ہی) انہوں نے کہا: ہو مرینز فی عینک۔ مجھے ایسا کہا مرینز فی عینک۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے، اچھا میں پہلے نہیں سمجھا کہ میری کس غلطی پر اس طرح کہہ رہے ہیں، سرخ چہرہ ہو گیا، انہوں نے کہا: لماذا لاتقول مریض نحن العرب الناطقین بالضاد، کہتے ہیں کہ ہم عرب لوگ تو ضاد بولنے والی قوم ہے، تم کیسے کہتے ہو کہ مرینز، اس دن سے آج تک کبھی میری زبان سے نہیں نکلا چونکہ مجھے ٹوکا گیا، میری اصلاح کی گئی۔ ان کے یہاں طریقہ تھا، القراءة السریة والقراءة الجهریة، پہلے کہتے تھے کہ تم اپنا سبق چپ چاپ پڑھو، سب اس کے بعد شروع کرتے تھے، اقرار یا ابراهیم، اقرار یا فلاں اب وہ جو غلطی کرتا تھا اس کو پہلے لا ”نہیں“ فرماتے کہ یہ ادا نیگی تمہاری درست نہیں ٹھیک کرو! اب جب اس کو ٹھیک کر وارہے ہیں تو سب سن رہے ہیں کہ شیخ نے اس کی پکڑ کی اب وہ ٹھیک پڑھے گا، اس طرح چند طلباء کو پڑھاتے تھے، اس کو کہتے ہیں القراءة الجہریۃ اس طرح ہماری زبان کو انہوں نے درست کیا عربی تلفظ سکھایا، جب بھی کوئی غلطی کرتے تھے تو کہتے انت ہندی تتکلم بکذا، تم اس طرح بات کرتے ہو عربی میں یہ تعبیر ہے۔

اساتذہ بیدار مغز ہوں:

تو معلوم ہوا کہ اگر اساتذہ بیدار مغز ہیں اور وہ طالب علم کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان کے ہر لفظ پر گرفت کرتے ہیں تو ان کی زبان بھی درست ہو جاتی ہے ان کا املا بھی درست ہو جاتا ہے، اور وہ کچھ بن کر قوم کا خادم بن جاتے ہیں۔ میں ابھی کئی مدرسوں میں گیا اور میں نے اساتذہ کرام سے درخواست کی کہ دیکھو! میرا تجربہ یہ ہے کہ ہمارے اردو اور فارسی کے جو اساتذہ ہیں وہ طلباء کو لکھواتے ہیں، بس اردو لکھواتے ہیں، فرماتے ہیں چلو! لاؤ کا پیاں! اب طلباء کا پی لیکر آئے انہوں نے دیکھا کہ جو صفحہ ان کو لکھنے کے

لئے دیا ہے وہی لکھ لیا ہے، تولال قلم سے نشان لگا دیا تو دوسری کاپی لاؤ چلو، یہ طریقہ صحیح نہیں یہ طریقہ بالکل صحیح نہیں ہے، طریقہ یہ ہے کہ اس کے ہر ہر لفظ کو دیکھو کہ اس نے کتابت کی رو سے ٹھیک لکھا ہے، یا الف کو اس نے ٹیڑھا لکھا ہے، حامد بازار گیا، ایک جملہ ہے، اگر حامد کے الف کو اس نے ٹیڑھا لکھا ہے، جیسے طلباء کی ہماری عادت ہے تو اس کو بتایا جائے کہ الف دنیا میں کہیں ٹھیک ہوتا ہے؟ تو نے کتاب میں ٹیڑھا لکھ دیا۔

مولانا وحید الزماں کیرانوی کا انداز:

یہ بات میں نے مولانا وحید الزماں کیرانویؒ میں دیکھی کہ جتنے بچے ان کے پاس پڑھے ان کا عربی خط بہترین کرادیا، کیونکہ طلباء پر انہوں نے محنت کی، قلم پکڑ پکڑ کر سکھایا، خود کو کھپایا، بار بار فرماتے، نہیں، ایسا نہیں، صحیح لکھو، موٹا یہاں سے ہوگا، اس کا طریقہ یہ ہے، باقاعدہ دیواری پر چے لکھواتے، تو جب مولانا وحید الزماں طلباء کے خط کو درست کرا سکتے ہیں تو میں اور آپ بھی کرا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے محنت کرنے کی، اور بنانے کی، تڑپ کی، ہماری کوتاہی یہ ہے ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ ہم ذرا غلط چل رہے ہیں، جتنی ہماری توجہ طلباء کے لئے درکار ہے وہ توجہ نہیں ہے یہ میرے تاثرات ہیں، اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ مجھے معاف فرمائیں اور میری اصلاح فرمائیں، چونکہ میں اس قابل نہیں ہوں! میں یہ سمجھ کر نہیں بیٹھا ہوں کہ میں کوئی آپ کی اصلاح کروں گا، میرے تجربات ہیں انہیں میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں، ۳۵ سال میرے مدرسے کی زندگی میں گزرے ہیں، ڈھانپیل میں رہا، اس کے بعد ترکیسر میں رہا، میں نے مجلس خدام الدین میں وزیٹر کا کام کیا، تو مدارس پر ہماری نظر ہے، ۱۹۹۲ء کے بعد تو میں نے مدرسے سے علیحدگی اختیار کی، میں کنیڈا میں رہتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین، لیکن کوئی دن خالی نہیں گذرتا کہ جب میں کوئی کتاب نہیں

پڑھتا۔

خارجی کتابوں کے بھی مطالعہ کا ذوق ضروری ہے:

ہمارے علماء میں کمزوری سب سے بڑی یہ ہے میرے دوستو! کہ وہ خارجی کتابیں نہیں پڑھتے، جب کتابیں نہیں پڑھتے تو ان کو اچھی زبان نہیں آسکتی، کبھی بھی نہیں آئے گی، جب تک کہ آپ اچھی کتابیں نہیں پڑھیں گے، اچھی زبان ہم بول نہیں پائیں گے، ہم اچھی زبان سمجھ نہیں پائیں گے، ہمارے طلباء کا یہ حال ہے اور ہمارے فضلاء کا یہ حال ہے کہ اردو کا ایک شعر ان کی سمجھ میں نہیں آتا، ہم تو اپنے طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم تو اردو بہت اچھی جانتے ہیں، چونکہ ہم سبق اردو میں پڑھاتے ہیں اردو زبان میں بڑی وسعت ہے۔ ایک مولوی کو میں نے پوچھا نور اللغات تم نے کبھی دیکھی جو دہلی سے چھپی ہے، کہنے لگے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ نور اللغات نام کی کوئی کتاب ہے، اب جس آدمی کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ اتنی بہترین لغت چھپی ہے اور اس میں استشہاد اشعار سے بھی کیا گیا ہے، تو وہ بے چارہ کب منگوائے گا؟ اور کسی لفظ کو کھول کر کیسے دیکھے گا؟ اسے تو پتہ ہی نہیں ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم کتابوں سے واقف نہیں۔ اقبال نے اس کا رونا رویا تھا۔

آتی ہے دم صبح صدا عرش بریں سے
کھویا گیا کس طرح تیرا جوہر ادراک
کس طرح ہوا کند تیرا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک

اردو ریو نام کا رسالہ دلی سے نکلتا ہے اس کو یہاں میں نے مسجد کے دروازہ پر رکھا ہے، اس میں ہر مہینہ میں جونئی کتابیں چھپتی ہیں ان پر تبصرہ ہوتا ہے، یہ رسالہ اکثر مدرسوں میں نہیں آتا ہوگا، گجرات کی بات کر رہا ہوں، ہمارے گجرات کے اکثر مدرسوں

میں نہیں آتا، ایک اردو کا دوسرا سالہ نکلا ہے، اب میں یہ سوچتا ہوں کہ رسالہ منگوائیں اردو بک ریو تو کیا نقصان ہے، اس میں تمام جتنی کتابیں دو مہینہ میں یہاں ہندوستان میں یا پاکستان میں چھپی ہیں، اس پر ایک ایک صفحے کے تبصرے ہوتے ہیں، آدمی اس کو پڑھ جاوے تو اس کو پتہ چل جائے کہ یہ کتاب آئی ہے۔

اسی طرح ہمارے جو مجلات ہیں الفرقان ہے، دارالعلوم دیوبند ہے، تعمیر حیات ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلتا ہے، ماہنامہ مظاہر علوم یا آئینہ مظاہر علوم سہارنپور ہے، ندائے شاہی مراد آباد ہے اور ماہنامہ حرا کا پیغام ہے جو المہجد الاسلامی مانک منو سے نکلتا ہے، بحث و نظر ہے، ترجمان دیوبند ہے۔ محدث عصر ہے، ترجمان دارالعلوم وغیرہ ہیں۔ یا پاکستان سے جو رسالہ نکلتے ہیں عموماً اس کے پچھلے حصہ میں کتابوں پر تبصرے ہوتے ہیں، اور اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب نئی آئی ہے۔

نئی کتب منگوائی جائیں:

میں ابھی ٹورنٹو سے رمضان سے پہلے آیا ہوں، لیکن اس سے پہلے پاکستان کے رسالہ جب میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ پاکستان میں ایک کتاب چھپی ہے، ”ترجیح الراجح“ نام سے، اس ترجیح الراجح میں ہدایہ کے اقوال میں جو رائج قول ہے اس پر بحث کی ہے کہ یہ صاحب ہدایہ نے امام صاحب کا کوئی قول نقل کیا، صاحبین کا نقل کیا کسی جگہ امام زفر کا نقل کیا، اب اس میں رائج قول کون سا ہے؟ وہ اس کتاب میں ہے، وہ ابھی نئی چھپی ہے، اب یہ ہدایہ ہمارے یہاں درس میں داخل ہے، ہم اگر اس کو سامنے رکھیں تو ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ شرح وقایہ جاردن میں چھپی ہے ابھی جس کی اطلاع مجھے بحث و نظر سے ہوئی، بحث و نظر اچھا رسالہ نکلتا ہے اگر وہ ہر مدرسہ میں نہیں آتا اس کو ضرور منگوائیے اور اس میں بڑے اچھے تبصرے آتے ہیں، اس میں نے

تبصرہ دیکھا ابھی کہ شرح وقایہ تین چار جلدوں میں چھپی ہے، یا چھ جلدوں میں، مجھے اس وقت یاد نہیں رہا، ہمارے یہاں تو دو ہی جلدوں میں ہے، جلد اول جلد ثانی، لیکن وہ چھوٹی جلدوں میں ہے، اب یہ چھ جلدوں میں چھپی ہے، اسمیں تخریج احادیث ہے، مشکل الفاظ کے معانی بتائے گئے ہیں، اور اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رائج قول کون سا ہے؟

اگر عرب ممالک میں کوئی جانے والا ہو اس سے یہ کہے کہ بھائی تم یہ کتاب لے آنا، چونکہ ہمارے یہاں درس میں داخل ہے، افسوس یہ ہے کہ جو ہمارے یہاں درس میں داخل ہے اس کے بارے میں ہم کتابوں کو نہ منگوائیں تو کبھی بھی ٹھیک نہیں چل سکتے۔ یہ جس کا میں نے ذکر کیا مشکوٰۃ کی شرح البانی کی، البانی صاحب نے مشکوٰۃ کی روایتوں پر یہ دیکھا کہ صاحب مشکوٰۃ نے کس سے روایت کی ہے، مثال کے طور پر رواہ النسائی تو یہ کبھی کبھی ایسا لکھتے ہیں حاشیہ میں کہ ان الفاظ کے ساتھ نسائی میں یہ روایت نہیں ہے، فلاں جگہ ہے، صاحب مشکوٰۃ نے بعض جگہ پر جملے چھوڑ دیئے ہیں، ”رواہ.....“ اس کے بعد کچھ نہیں لکھا، تو ہمارے اساتذہ یہ کہتے ہیں کہ بھائی صاحب مشکوٰۃ کا انتقال ہو گیا، ان کو تحقیق نہیں ہو سکی اس لئے جگہ خالی رکھی، تو وہ تو کھو گئے، انتقال کر گئے، بس صبر۔ البانی صاحب کہتے ہیں کہ اب تو احادیث کی بے شمار کتابیں چھپ گئی، جس کو دیکھنے کے لئے ہمارے اکابرین تمنا کرتے کرتے اللہ کے یہاں پہنچ گئے، لیکن اب وہ وجود میں آگئیں، بڑی بہترین بہترین حدیث کی کتابیں چھپی ہیں، اور تحشیہ کے ساتھ نمبروں کے ساتھ چھپی ہیں۔

مسند امام احمد ۳۰ جلدوں میں چھپی ہے، اور پھر تعلیقات کے ساتھ چھپی ہیں اور ظاہر بات ہے کہ کسی مدرسہ میں اگر مسند احمد نہیں تو اساتذہ کا علم ناقص رہے گا، ان

کتابوں کو منگوائیں، پڑھیں، پڑھائیں۔

کیرالہ کے ایک عالم نے میری آنکھیں کھول دیں:

میں حج میں جا رہا تھا تو کیرالا کے ایک عالم مجھے اسٹیمر میں ملے تو انہوں نے مجھے پوچھا (کیرالا والے عربی اچھی بول لیتے ہیں) کہ تم نے حدیث شریف میں کیا پڑھا؟ تو ہمارے یہاں جو دورہ کی کتابیں ہیں، میں نے نام بتائے، اب وہ مجھے پوچھنے لگے کہ تم نے حدیث کی فلائی کتاب نہیں دیکھی ہے؟ فلائی کتاب نہیں دیکھی ہے؟ میں نے تو نام بھی نہیں سنے تھے، ڈھانسیل میں پڑھ رہا تھا، تو چونکہ ہمیں تو بتایا ہی نہیں جاتا کہ حدیث کی اور بھی کتابیں ہیں اس لئے معلوم نہیں ہے، طلباء کو کتابیں بتائیں اور لکھوائیں، گویا یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے، طلبہ کو ہم کتابوں سے واقف نہیں کراتے، اگر ہمیں واقف کرایا جاتا کہ دیکھو یہ تو صحاح ستہ ہے، اس کے علاوہ حدیث کی فلائی کتاب ہے، فلائی کتاب ہے جو بہت مشہور ہے، کنز العمال ہے، مسند امام محمد، اور فلائی ہے، کتنی کتابیں ہیں، تو اس نے مجھے کہا کہ تم نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا ہے، جب تیرے پاس مسند احمد کا مطالعہ نہیں ہے تو تو کیا حدیث پڑھتا ہے، اس کیرالا کے عالم نے اسٹیمر میں مجھے کہا، تو میری آنکھیں کھلی کہ اچھا دنیا میں

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ہم تو یہی سمجھے کہ ہم نے دورہ پڑھ لیا بہت حدیث کی کتابیں پڑھ لی، ارے! حدیث کا ذخیرہ بہت بڑا ہے، لیکن ہمیں تو کتابوں کے نام تک معلوم نہیں ہے، جب نام معلوم نہیں ہے تو ہمارا علم کوتاہ ہے، اسمیں سے بھی پھر جی چرا کر تھوڑا سا کچھ پڑھتے ہیں اور تھوڑا سا بیان کرتے ہیں، طلباء کی استعداد نہیں بن سکتی یہ صاف بات ہے۔

ذی استعداد استاذ ہی طلبہ کو بنا سکتا ہے:

طلباء کی استعداد وہی عالم بنا سکتا ہے کہ جس کا اپنا علم وسیع ہو اور اس میں سے وہ لے لے کر منتخب کر کے طلباء کو پلاتا ہو اور ان کے مراجع سے واقف کراتا ہو کہ اس کتاب کے سلسلہ میں تم لوگ فلائی کتاب دیکھو، فلائی کتاب دیکھو، استاذ کی معمولی رہنمائی ہی بچے کو حرکت میں لاتی ہے، اس کے ذہن کو کشادہ کرتی ہے، اس میں مطالعہ کا ذوق پیدا کرتی ہے اور استاذ کی شخصیت ہی متعلم کو زمانہ کے تقاضوں سے واقف کار بناتی ہے۔

میرے دوستو! یہ باتیں میں وہ عرض کر رہا ہوں جو میرے ذہن میں ہیں، اب اس کے علاوہ آپ حضرات کے ذہن میں کوئی بات ہو تو پھر آپ بیان کریں گے انشاء اللہ، تو اس پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے، ہم خود زیادہ مطالعہ کریں اور ہمارے طلباء کو کتابوں کے ساتھ وابستہ کریں، استاذ اگر کتاب کسی طالب علم کو دیتا ہے اور پھر اس کو کہتا ہے کہ اس کو پڑھو، جو سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھو، اور اس کا خلاصہ اس سے معلوم کرے کہ تم نے اس کتاب میں کیا سمجھا، خارجی کتاب بھی کوئی دیدے۔

فلاح دارین ترکیسر کا میرا ایک تجربہ:

میں نے ترکیسر کے زمانہ میں ایک مرتبہ تجربہ کیا تھا کہ جب چھٹی ہوئی تو میں نے چہارم اور پنجم کے طلباء کو دفتر میں بلایا میں نے کہا دیکھو! تم گھر جا رہے ہو اور شعبان اور رمضان دو مہینے کی چھٹی ہے، تو جاؤ کتب خانہ میں اور احمد امین کی ”زعماء الاصلاح“ اور ”حیاتی“ لے آؤ، ”کلیلہ و دمنہ“ نکال کر لاؤ، اب ہمارے طلباء کو معلوم ہی نہیں کہ زعماء الاصلاح اور احمد امین کون ہے؟ ان کو بتایا کہ احمد امین مصر کا مشہور لکھنے والا ہے، صاحب طرز ادیب ہے، تم اس کی کتاب کو پڑھو گے تو تم کو بڑا میٹھا معلوم ہوگا، وہ لے آئے پانچ چھ کتابوں کے نام میں نے دیئے، اس کا ایک ایک حصہ پوری کتاب نہیں، ایک ایک چپٹر دیا، میں نے کہا کہ رمضان کے مہینہ میں اس کا ترجمہ کرو اور شوال میں جب یہاں آؤ تو اس کا ترجمہ لکھ کر لانا اور جب

تک آپ کا داخلہ نہیں ہوگا، یہ میں نے جان بوجھ کر ایسا وزن رکھا اب وہ مجبور تھے، میرا منشا یہ تھا کہ چھٹی کے زمانے میں ان کا ذہن کتاب سے منسلک رہے، ہمارے یہاں ہوتا یہ ہے کہ جہاں کتاب داخل کی مدرسہ میں طالب علم نے اور گھر تو دو مہینہ وہ کوئی کتاب ہاتھ میں لیتا ہی نہیں ہے، اب جس طالب علم کا یہ حال ہو کہ دو مہینہ تک کوئی کتاب ہاتھ میں نہ لے اس کی استعداد نہیں بن سکتی، میرے بھائیو! یہ خواہ مخواہ کی بات نہیں ہے، بلکہ اس کا مطالعہ کا تسلسل جاری رکھنے کے لئے اس کو دو چار کتابیں جاتے وقت ہاتھ میں دینا ضروری ہے اور استاذ انتخاب کرے، کلید و منہ کا باب الاسد و الثور وغیرہ، میں نے کہا، اس کا ترجمہ کر کے لانا ہے یہ ادبی چیز ہے۔

تو الحمد للہ طلباء آئے اپنی اپنی نوٹ بک لیکر شوال میں اور انہوں نے میرے سامنے رکھا اور مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے محنت سے ترجمہ کیا، جو کچھ کی تھی جتنی ہو سکی اصلاح کی۔ الحمد للہ وہ طلباء آج اچھے مدرسین ہیں، جن کو میں نے یہ لکھنے کیلئے دیا، آج وہ کئی مدرسوں میں اوپر کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ یہ اسلئے میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر ہم اس طرح طلباء سے کام لیں ان کو کتابیں دیں، ان سے مفہوم نکلوائیں کہ اس کا ترجمہ کرو، اب بھی میں ایسا کرتا ہوں میں نے تو پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا، وہ کل مولوی اقبال صاحب ہمارے ماٹلی والے آئے اور مجھے کہہ رہے کہ ہمارا ڈرائیور مجھ سے پوچھ رہا تھا کیا مولوی صاحب کسی مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، اب اس کو کیا پتہ کہ بھائی یہ میرا اور آپ کا مشترکہ کام ہے، ہم چاہے پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، علم سیکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کسی جگہ مدرس بن کر اکتساب زر کریں، اکتساب زر ہمارا منشا نہیں ہے، چاہے ہم مدرسہ میں پڑھائیں نہ پڑھائیں ہمارا مطالعہ ہمیشہ جاری رہنا چاہئے۔

ثقافت و معلومات کا تبادلہ کیاب ہے:

اور مطالعہ کے بارے میں معلومات ہم کو دوسروں تک پہنچانی چاہئے، ایک سب سے بڑی کمزوری ہماری یہ ہے کہ ہم ثقافت اور معلومات کا تبادلہ نہیں کرتے، مبادلۃ الثقافت عربی زبان کا ایک لفظ ہے، (Exchange of knowledge) کہ جو معلومات ہے اس کا تبادلہ کرنا۔

مثال کے طور پر آپ کے پاس کوئی نئی کتاب آئی ہے جو مجھے معلوم نہیں، آپ نے مجھے بتایا کہ مولانا! فلاں کتاب آئی ہے، طلباء کے لئے اساتذہ کے لئے بہت عمدہ کتاب ہے۔ تو میں اس کو منگواؤنگا، آپ کا کوئی نقصان نہیں مجھے بتانے میں لیکن ہمارے اندر یہ بات نہیں ہے، ہم کسی کو یہ بتانے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ میں ٹورنٹو سے جو نئی کتاب پاکستان وغیرہ کی آتی تھی اس کو پڑھتا تھا اور یہاں ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب ایک رسالہ گجراتی میں نکالتے ہیں، میں ان کو خط لکھتا تھا کہ مولانا! نئی کتاب میں پڑھ رہا ہوں، اس میں یہ ہے، یہ ہے، ایسی تین چار کتابوں کے نام لکھتا، تو وہ میرا خط رسالہ میں شائع کرتے تھے، تو ایک مولوی صاحب نے ایک تبصرہ کیا، ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے، آپ کے مراسلہ جب ہم پڑھتے ہیں تو ہم کو نئی نئی کتابوں کا علم ہوتا ہے، اور ہمیں بڑی اس سے معلومات ملتی ہے، ایک مولوی صاحب نے تبصرہ کیا، یہ اس لئے خط لکھتے ہیں تاکہ دنیا کو یہ بتائیں کہ میں بہت پڑھتا ہوں، آپ سمجھ رہے ہیں، یعنی ہمارے سوچنے کے انداز دیکھو! بجائے اس کے کہ وہ یہ سوچے کہ یہ کام کی بات ہم کو مل رہی ہے، ان کے خط سے تو ہمیں شکر گزار ہونا چاہئے، بجائے اس بات کے منفی ذہن ہے، ہمارا یہ منفی ذہن ہے اس نے ہمیں نقصان پہنچایا۔

اساتذہ کرام کی تعلیمی انجمن ہو:

اسی لئے ہم نے آپ کو یہاں بلایا آپ کو زحمت دی ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر مدرسہ

میں اساتذہ کی اپنی ایک مستقل انجمن ہو، آپ اس بات کو غور سے سنیں کہ ہر مدرسہ میں اساتذہ کی ایک انجمن ہو، اور وہ آپس میں مہینہ میں ایک دوسرے بیٹھیں اور اس بارے میں تبادلہ خیال کریں کہ کیا نئی کتاب آپ کے پاس آئی ہے، آپ کو کچھ معلوم ہے کسی رسالہ میں آپ نے دیکھا ہے، تاکہ اگر نہیں معلوم ہے تو معلوم ہو جائیگا، اور اگر کسی استاذ کے پاس کوئی اچھی چیز آئی ہے تو وہ اپنے ساتھی اساتذہ کو بتلائے اور اسی طرح دوسرے دوست و احباب دوسرے مدرسہ میں ان کو بتلائے۔

مسجد عائشہ کے سامنے چند کتابیں:

دیکھئے یہ کتابیں ہم نے یہاں مسجد عائشہ کے دروازے میں ٹیبل پر رکھی ہیں، جس میں بہت سی پاکستانی ہیں، عرب ممالک کی ہیں، یہ اس لئے اوپر سے نیچے اتار کر رکھیں ہیں تاکہ ہمارے ان علماء کرام کی ایک مرتبہ اس پر نظر پڑے اور یہ معلوم کر لیں کہ بھائی یہ نئی کتابیں ہمیں پڑھنی چاہئے، اگر کتاب کا علم ہو تو دیکھے گا، پھر آدمی اس کو پڑھے گا، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم اور ہمارے اساتذہ نئی کتابوں سے بھی واقف ہوں۔

اساتذہ کا اپنا کتب خانہ ہو:

یہ ایک مستقل کام ہے، ایک ہوتا ہے مدرسہ کا کتب خانہ، ایک ہوتا ہے طلبہ کی انجمن، طلبہ کی انجمن میں کتابیں ہوتی ہیں وہ تو ظاہراً پڑھیں گے، اور ایک اساتذہ کی انجمن ہونی چاہئے اور اس کا کتب خانہ الگ سے ہونا چاہئے، اس کی ابتدا کرنے کے لئے ہم نے یہاں کتابیں دس پندرہ جمع کی ہیں، ہر مدرسہ کے اساتذہ کے لئے جو یہاں اساتذہ کرام تشریف لائے ہیں، ان کو ہم دے رہے ہیں، اور وہ اس لئے دیں گے، مدرسہ کے کتب خانہ میں نہ داخل کریں، اس لئے کہ تجربہ یہ ہے کہ کتب خانہ میں داخل ہو جاتی ہے، تین تین سال تک اساتذہ کو پتہ نہیں چلتا کہ کوئی کتاب مدرسہ میں آتی ہے، تین سال

تک ہمارے اساتذہ کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہمارے کتب خانہ میں کوئی نئی کتاب آئی ہے، اس لئے کہ کتب خانہ کے چکر ہم لگاتے نہیں۔

مدینہ منورہ کی لائبریری:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا ایک طرز مجھے بہت پسند آیا کہ انہوں نے لائبریری میں داخل ہونے سے پہلے ایک ہال بنایا ہے، اور وہاں کتابیں رکھنے کے لئے ٹیبل رکھے ہیں، اور اس پر بڑے حروف سے عربی میں لکھا ہے الکتب الجديدة، تو جامعہ کی لائبریری میں جو کتاب آتی ہے وہ پہلے اس میں رکھی جاتی ہے، اب مثلاً مجھے حدیث سے شغف ہے، آپ کو ادب سے ہے، آپ کو فقہ سے ہے، آپ نے دیکھا کہ میری دلچسپی کی کتاب کتب خانہ میں آئی ہے، لائبریری میں جاتے ہوئے پہلی نظر وہاں اس ہال میں پڑے گی، تو اساتذہ واقف ہو جائے گا، اچھا یہ کتاب آئی ہے، وہ ایک مہینہ تک اس میں رہتی ہے، ایک مہینہ کے بعد وہاں سے نکل کر وہ اندر چلی جاتی ہے، اساتذہ پھر اس کو نکال سکتا ہے، چونکہ اس کو علم ہو گیا کہ یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں داخل ہوئی ہے۔

ناظم کتب خانہ زحمت کریں:

ہمارے یہاں تو یہ ہے کہ کتب خانہ میں داخل ہونے کے بعد کتنے اساتذوں کو پتہ نہیں، مہتمم صاحب کو پتہ ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جاؤ اس کو کتب خانہ میں رکھ دو، ہمارے یہاں جو ناظم لائبریری ہیں، جو کتابیں دیتے ہیں، وہ بھی اتنی زحمت نہیں کرتے ہیں جن کے ذمہ کتب خانہ کا کام ہے، کہ وہ کتابوں کا آنے والوں کو تعارف کرا دیں، (ممکن ہے یہاں ایسے حضرات بیٹھے ہوں جن کے ذمہ کتب خانہ ہے میں ان سے معذرت خواہ ہوں) کہ وہ کبھی بھی ان مجلات کا مطالعہ نہیں کرتے کہ یہ کتابیں اس وقت کہاں سے آئی ہیں۔ پاکستان سے جو سالے آتے ہیں اب تو یہاں آنے لگے ہیں، بینات آنے لگا

ہے، البلاغ آنے لگا ہے، الفاروق آنے لگا ہے، اکوڑا کھٹک کا الحق آنے لگا ہے، احتشام آنے لگا ہے، وہاں کے ہر رسالہ میں تبصرے ضرور ہوتے ہیں، ہمارے یہاں الفرقان ہے، ندائے شاہی ہے، مظاہر الحق ہے، ماہنامہ دارالعلوم ہے اور حیدر آباد سے رسالے نکلتے ہیں تو یہ سارے رسالے مدرسہ میں لازم ہیں کہ آئیں۔

رسائل میں دو چیزیں دیکھیں:

اساتذہ ان میں دو باتیں دیکھیں، اس میں قیمتی کوئی مضمون آیا ہے، جس میں تعلیم و تعلم کے بارے میں یا ہمارے طالب علم کو کس مسئلہ کی وضاحت میں کام آئے گا، تو اس کی فوٹو کاپی کرا کے طلباء میں تقسیم ہونی چاہئے، دیکھئے یہاں ہم نے یہ رکھی ہے، یہ حقوق المعلم والمتعلم یہ پاکستان کے ایک رسالے میں آیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آیا کہ بہت اچھا مضمون ہے، میں نے کہا ہمارے دوسرے احباب جمع ہو رہے ہیں، ہم سب کو ایک ایک کاپی دیں، ہر مدرسہ میں جائے، اگر ان کو پسند آئے گی تو ہم فوٹو کاپی کرے اپنے ساتھیوں کو دیں گے، یہ اس لئے کر رہا ہوں میں کہ ایک عملی چیز شروع ہو جائے، ہم تو آج تک تقریریں کرتے رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں، عملاً کوئی کام شروع نہیں کرتے۔ یہ دو کام بہت مفید ہیں، اس لئے میں یہ کتابیں لایا ہوں، تاکہ آپ حضرات اپنے اساتذہ کی انجمن میں کتابیں منگوائیں اور مسلسل خود پڑھیں اور دوسروں کو بتائیں اور اچھی کتابوں سے واقف کریں، طالب علم کو کہیں، دیکھو بھائی! یہ کتاب آئی ہے، اس سے ان میں پڑھنے کا مزاج پیدا ہوگا، ہمیشہ ہر وقت ہمارے ان مدارس کے ہمارے دوستوں کو میں خط لکھ کر پوچھتا ہوں کہ دیوبند یا سہارن پور میں یا دلی میں کوئی نئی کتاب چھپی ہو تو مجھے مطلع کرو، میں خط لکھ کر پوچھتا ہوں، ترکیسر میں پوچھتا ہوں، مولانا عبدالرشید صاحب سے وہ کہتے ہیں کہ ہاں ایک نئی کتاب مارکیٹ میں آئی ہے، تو پھر ہم اسکو

منگواتے ہیں، ہم تو وہاں ٹورنٹو میں ہیں، ہمیں کیا پتہ دیوبند میں کیا چھپا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب مولانا نئی آئی ہے۔

دو نئی کتابیں برائے اساتذہ:

ابھی اساتذہ کی تربیت کے سلسلہ میں یہ دو کتابیں ہیں (۱) اساتذہ کے لئے تربیتی واقعات، یہ اچھی کتاب ہے، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سے چھپی ہے، مجھے یقین ہے کہ ہمارے بہت سے دوستوں کو اس کتاب کا علم نہیں ہوگا، کہ ایسی کوئی کتاب چھپی ہے، یہ اساتذہ کے لیے ہے، اسی طرح ایک کتاب چھپی ہے ”طلبا کے لئے تربیتی واقعات“ مدارس اسلامیہ مشورے اور گذارشیں“ یہ کتابیں جو ابھی نئی چھپی ہیں، ہمارے یہاں ہمیشہ مدرسوں میں آنی چاہئے، یہ جب آئے گی اور ہم پڑھیں گے، دوسروں کو ہم دیں گے، تو اس کو پڑھو اس میں مفید باتیں ہیں۔ تو اس سے پھر ہم کو فائدہ ہوگا، تو میرے دوستو ہمارا خود علم بڑھے گا ہمارے طالب علم کا علم بڑھے گا، ان کی اردو زبان درست ہوگی، مسلسل مطالعہ کرنے سے زبان درست ہوتی ہے۔

علم وہ دولت ہے جو کبھی لٹتی نہیں
خرچ کرنے سے کبھی گھٹتی نہیں

کتاب کو چاٹ لینے کا مزاج بنائیں:

حضرت مولانا علی میاں صاحب نے ایک مرتبہ ندوہ کی حاضری پر فرمایا کہ مولوی صاحب کسی کتاب کا سرسری طور پر پڑھ لینا کافی نہیں، یہ جملہ کہا، کتاب کا مضمون جو آپ کو پسند آئے اس کو آپ اتنا بڑھو ایک مرتبہ دو مرتبہ تین مرتبہ، ایسا معلوم ہو جیسے کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے، تب جا کر آپ کے اندر کوئی صلاحیت پیدا ہوگی، ان کے تجربے کی بات تھی، زندگی کا تجربہ انہوں نے ہمارے سامنے رکھا۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے مطالعہ کا انداز:

اور پھر اپنی مثال دی، میں نے احمد امین کی کتاب ”فجر الاسلام“ ”ضعفی الاسلام“ ”عصر الاسلام“ ان کو اتنا پڑھا اتنا پڑھا، حضرت فرماتے تھے کہ ان کے صفحہ کے صفحہ میرے ذہن میں محفوظ ہو گئے، آپ دیکھیں گے مولانا علی میاںؒ کی جو عربی زبان ہے اس میں احمد امین کا اسلوب ہے۔ ہمارے اساتذہ کو تو میرے دوستو! اس کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ کس مصنف نے کس کا اسلوب اختیار کیا ہے، احمد امین کا اسلوب کیسا ہے؟ طہ حسین کا اسلوب کیا ہے؟ علی طنطاوی کا اسلوب کس کے پاس ہے؟ محمد ابن مبارک کا اسلوب کون لکھ رہا ہے؟ اور علی طنطاوی تو بہت مشہور لکھنے والے ہیں، اور ہمارے یہاں ہندوستان میں ایک مولانا آئے تھے شامی عالم، جو سارے ہندوستان کا دورہ کر کے گئے، ان کی بھی بہت اچھی کتاب ہے، اب علی طنطاوی کی قصص من التاريخ ہے، رجال من التاريخ ہے، اور ذکریات ہے آٹھ جلدوں میں، آٹھ جلدوں میں ان کی یادداشتیں ہیں وہ بیمار ہو گئے تو انہوں نے اپنی یادداشتیں لکھوائی ذکریات کے نام سے، وہ ملتی ہیں مدینہ منورہ میں عام طور پر ملتی ہیں، اور بہت اچھی عربی زبان، بڑی میٹھی زبان، لیکن یہ کتابوں کے نام معلوم نہیں، ہمارے ان ادباء کے نام معلوم نہیں جو مصر میں اور شام میں گذرے ہیں، مصطفیٰ السباعی، بڑے محقق آدمی انہوں نے سیرت پر ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے، السیرۃ النبویۃ دروس وعبارۃ چھوٹی سی کتاب ہے، وہ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لئے لکھی ہے، لیکن ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس کتاب سے ہمیں فائدہ اٹھانا ہے، کتاب کا علم ہو، یہ جو کمی ہے اس کی کو ہمیں دور کرنا ہے۔

تھے تو وہ آبا تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

زمانہ کے فرق کے ساتھ سب طالب علم ہیں:

اصل ہم نے آپ حضرات کو تکلیف اسی لئے دی ہے میرے دوستو! میں بھی طالب علم ہوں، آپ بھی طالب علم، ہم سب طالب علم ہیں، کوئی اس میں فرق نہیں ہے، زمانے کا فرق ہے کہ ہم کچھ ۴۵-۱۹۴۴ میں داخل ہو گئے اور آپ شاید کچھ بعد میں داخل ہوئے ہوں گے، تو زمانہ کے تقدم و تاخر کا فرق ہے، ورنہ مقصد ہم سب کا ایک ہی ہے، کہ ہم سب طالب علم ہیں، لیکن ہمیں جو تجربات اس وقت ہوئے تو ہمیں احساس ہوا کہ ہماری معلومات میں کمی اس لئے ہے کہ ہم کتابیں نہیں پڑھ رہے ہیں، علمی ذوق نہیں ہے۔

پروفیسر شمیم صاحب کا شکوہ:

ہمارے یہاں ٹورنٹو میں دلی کے ایک پروفیسر شمیم احمد صاحب ہیں، ان کے والد حاجی نسیم صاحب مظاہر علوم سہارنپور کے خزانچی تھے، ان کا مکتبہ ہے، تو ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ہر منگل کو گاڑی لیکر میرے پاس آتے ہیں، اور وہ میرے گھر آکر مجھے اپنے کتب خانہ میں لے جاتے ہیں، اور پورا دن میں کتب خانہ میں گزارتا ہوں اور شام کو وہ مجھے چھوڑ دیتے ہیں، وہ اصل میں علمی ذوق کے آدمی ہیں، تو وہ مجھے بار بار یہ کہتے تھے کہ مولانا یہاں جتنے ائمہ ہیں گجرات سے آئے ہوئے ان میں سے کسی کو کتاب کا کوئی شوق ہی نہیں ہے، میں ان سے پوچھتا رہتا ہوں کہ شمیم صاحب کوئی نئی کتاب آئی ہے، وہ بتلاتے ہیں کہ پاکستان کے پارسل میں یہ کتاب آئی ہے، میں اس کو لئے جاتا ہوں، میں ان کے یہاں جاتا ہوں مجھے اتنا فائدہ ہے کہ مجھے کتاب خریدنی نہیں پڑتی وہ کتاب جونئی آتی ہے میں گھر لیکر آ جاتا ہوں۔

میں صبح سے شام تک مطالعہ کرتا ہوں:

اور چونکہ وہاں تو مجھے کوئی کام ہی نہیں ہے تو صبح سے اٹھ کر شام تک وہی کتابیں پڑھنے کا

کام ہے، تو جب پڑھ لیتا ہوں تو دوسرے منگل کو جاتا ہوں تو ان کے سپرد کر دیتا ہوں، لیکن مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ نئی کتاب آئی ہے، اس میں یہ معلومات ہے، لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ میں یہاں اتنے سال سے ہوں کوئی مولوی صاحب آتے ہی نہیں اور پوچھتے ہی نہیں کہ کوئی نئی کتاب آئی ہے۔

بیرون ممالک میں اکثر ہمارے ہی فضلاء ہیں:

اور یہ سب ہمارے مدرسوں کے ہیں، افریقہ میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، زامبیا میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، انگلینڈ میں اکثر و بیشتر گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، کنیڈا میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کو ذوق نہیں ہے، یہ کتابیں نہیں پڑھتے، ۲ یا ۳ گھنٹے مکتب میں پڑھاتے ہیں اور سارا دن کچھ نہیں کرتے۔ یہ کیسا عالم ہے کہ پورے دن اس کو شوق ہی نہیں ہوتا ہے کہ کوئی نئی کتاب پڑھے، آدمی کو تو یہ شوق ہونا چاہئے کہ جیسے کسی کو بیڑی کی عادت ہے اور بیڑی نہ ملے تو وہ تڑپتا ہے، پان والا پان نہ کھائے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے، اور اسی طرح ہم لوگوں کو مولویوں کو کتاب نہ ملے تو ہمیں پریشانی ہونی چاہئے، بے چینی ہونی چاہئے، کہ کوئی نئی کتاب ہمارے ہاتھ میں نہیں آئی، ہمارے اندر یہ پریشانی نہیں پیدا ہوتی۔ ہمارے اندر یہ پریشانی نہیں پیدا ہوگی تو ہمارے طلباء کے اندر تو ہو ہی نہیں سکتی، اصل مرکز کی بات ہوتی ہے، ہم فکر کریں اور مطالعہ کا اپنے آپ کو عادی بنائے ہم کثیر المطالعہ بنیں گے تو پھر انشاء اللہ طلبہ بھی بنیں گے اور کتابیں پڑھنے سے ہی ان کے دماغ میں علم کی روشنی پھیلے گی۔

بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے:

الْعِلْمُ بِاللِّعْلَمِ، یہ بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے، امام بخاری نے کہ اِنَّمَا

الْعِلْمُ بِاللِّعْلَمِ مولانا عبدالحی صاحب دیوبند میں فرماتے تھے کہ بھائی علم تو پڑھنے سے آوے، ان کا بولنے کا طرز یہ تھا، ہاں بھائی علم تو پڑھنے سے آوے، پڑھے ہی نہیں تو علم کہاں سے آوے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

میرے دوستو! میں جو بیان کر رہا ہوں مجھے کوئی تقریر کا شوق نہیں اور میں تقریر جانتا بھی نہیں ہوں، لیکن یہ میرے دل کی باتیں ہیں، میں آپ حضرات سے بہت درد مند انہ اپیل کرنے کے لئے بیٹھا ہوں کہ اللہ کے واسطے ہم ان چیزوں کی طرف توجہ دیں، ہم خود اپنی استعداد بنائیں، ہم علم سے واقف ہوں اور پھر وہ جو طالب علم ہمارے پاس بیٹھے ہیں جتنے بھی آتے ہیں، ہم ان کو علم سے جوڑے، ان کا ذوق بنائیں۔ مہتمم صاحب ہم کو دیکھتے ہیں یا نہیں دیکھتے ہیں، کمیٹی والوں کی نگرانی ہے یا نہیں، اسکو بالکل ایک طرف رکھ دو، ہم کو تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، اسی لئے کام کریں، ہم خود اپنا احتساب کریں، اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو دیکھے وہ نظر کیا

قوم نے ہمیں امین بنایا ہے:

مولانا علی، میاں صاحب نے جو یہ جملہ ازہر والوں کو لکھا تھا، اَلْقَتِ الْأُمَّةُ
الْإِسْلَامِيَّةُ أَمَامَكُمْ أَفْلَاذَ كِبِدْهَا، امت اسلامہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے
ٹکڑوں کو لا کر ڈالا ہے، یہ جو طلباء ہیں، وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنْهُمْ أَمَامَ اللَّهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ، تم لوگ قیامت کے دن ان بچوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے، مہتمم پوچھے
یا نہ پوچھے، اس کو ایک طرف پھینک دو، ہمارے دل میں یہ آنا چاہئے۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر

پہلے یہاں قرآن شریف پڑھ رہا تھا، پرسوں کی بات کر رہا ہوں اور مجھے آکر چپکے سے (وہ مولوی ہیں، وہ مدرسہ میں مدرس ہیں) وہ آکر مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ مولانا ”لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں تو محمد الرسول (رفع کے ساتھ) ہے، اور اشہدان محمد میں محمدؐ پڑھ رہے ہیں (نصب کے ساتھ)، میں نے کہا آپ فارغ ہیں؟ کہا! ہاں میں فلاں مدرسہ سے فارغ ہوں، میں تو فلاں جگہ پڑھا رہا ہوں، اور وہ بیرونی ممالک میں پانچ سال پڑھا کے آئے ہیں، میں نے سر پکڑ لیا..... یہ میں پرسوں کی بات کر رہا ہوں، اب ہمارا دل روئے گا یا نہیں روئے گا؟ کہ اس شخص کو اتنا پیہ نہیں کہ محمد الرسول اللہ میں اَنّ نہیں اور اشہدان میں اَنّ ہے، تو میں نے کہا کہ حروف ناصبہ ”اَنّ اَنّ کان لکن لیت لعل..... اتنی بات بھی تم کو یاد نہیں ہے، یہ عربی اول کی بات ہے ع

ثریاسے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا
مقصد تربیت ہے تعلیم نہیں:

جب ہماری تعلیم کا یہ مسئلہ ہے میرے دوستو! تو پھر چالیس مدرسے قوم کے کس کام کے ہیں؟ خدا کے واسطے اپنے ضمیر کو ٹٹولیں! میں دردمندانہ آپ سے اپیل کرنے بیٹھا ہوں، اللہ کے واسطے اس پر غور کرو ہم مدرسوں میں اس لئے نہیں گئے کہ ہماری زندگی کی گاڑی چل جائے، ہم کچھ پیسے کمالیں، تین ہزار مل جائیں، ہم اپنے بچوں کو پالیں، یہ علم دین تحصیل مال و زر کے لئے نہیں، اگر یہ مقصد ہے تو یہ نیت کا بگاڑ ہے، ہماری ترقی میں سنگ گراں ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
ہم ان بچوں کے بارے میں مسئول ہیں اور یہ پوچھے جائیں گے ایک ایک

نغمہ ہے سوادے خام خون جگر کے بغیر
سوز جگر ہمارے اندر نہیں ہے تو سارے نقش ناتمام رہیں گے، ہزاروں طلبہ آئیں گے، حضرت مولانا علی میاں نے کلام اقبال کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:- جو فلسفہ خون جگر سے نہیں لکھا جاتا اور جس آرٹ اور فن میں فنکار کا خون دل شامل نہیں ہوتا اور جس شاہکار کے لئے ادیب و مصور کا موئے قلم روح کی روشنائی میں نہیں ڈوبا ہوتا، وہ سطحی مصنوعی اور لفظ و صوت رنگ و روغن، اور کنکر پتھر کا ایک خالی خولی ڈھانچہ ہوتا ہے جس میں نہ جان ہوتی ہے، نہ زندگی کی تازگی و رعنائی، فنی شاہکار گہری محبت، جذبہ کی گرمی اور خلوص کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، محبت ہی پتھر کے مجسمہ اور زندہ انسان میں فرق و امتیاز پیدا کرتی ہے، اور محبت کا جب کوئی قطرہ حیات پتھر پر گر جاتا تو وہ بھی دل کی طرح دھڑکنے اور زندگی کا ثبوت دینے لگتا ہے، اور جب اس سے انسانی دل بھی خالی ہوتا ہے، تو وہ دل..... دل نہیں پتھر کی سل سمجھا جاتا ہے۔

جو فلسفہ خون جگر سے نہیں لکھا جاتا، اور جو صرف دماغ سوزی کی پیداوار ہوتا ہے، اس میں زندگی نہیں ہوتی، اور ہر وہ فنی شاہ پارہ فنا پذیر اور سرلیج الزوال ہے جس میں فن کار کا خون دل شامل نہیں اور وہ نغمہ جاوداں نہیں بن سکتا، جس میں نواز کا سوزِ دروں اور دل کی آنچ نہیں جو دل کی گہرائیوں سے نہیں پھوٹا..... ہمیں خیال رہے عند اللہ ہم اور آپ اس بارے میں مسئول ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خیال کر کے ہمارے ان بچوں پر محنت کر کے ان کو بنانا ہے یہ کیا بات ہوئی مولانا کی! کہ ہمارے بچے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو نہیں سمجھتے، ایک اردو کی کتاب نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

ایک عالم کے سوال نے مجھے شرمسار کر دیا:

حضرات گرامی! پرسوں یا ترسوں ایک مولوی صاحب یہاں آئے، میں فجر سے

جماعت کس طرح پڑھ رہی ہے، ان کو سبق یاد ہے یا نہیں۔

اور یہ جو حضرات نے تجاویز لکھ کر دی اس میں بعض قیمتی باتیں ہیں انشاء اللہ جلدی جلدی اسکو پڑھوائیں گے، ان تجاویز سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگوں کے ذہن میں خیال تو ہے ہم اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں، اب یہ کوئی تگ کی بات ہے، ایک آدمی ”ہدایت النحو“ پڑھ رہا ہے پھر دوسرے مدرسہ میں جا کر مشکوٰۃ میں داخلہ لے، صرف اس لئے کہ ہم مشکوٰۃ کی جماعت کو بڑی بنانا چاہتے ہیں۔

ترکیسر سے ایک مشکوٰۃ کے طالب علم کا اخراج:

ایک مرتبہ ہمارے دارالعلوم میں مشکوٰۃ شریف میں چار یا پانچ طالب علم تھے، ابھی دورہ اگلے سال شروع ہونے والا ہے، صرف چار یا پانچ طالب علم، میں سورت گیا تو اس مشکوٰۃ کے طالب علم کو میں نے دوسرے فٹ پاتھ پر چلتے دیکھا کہ اس کی ٹوپی نہیں تھی، اس نے شرٹ پہن لیا تھا، اور بیٹل لگا کر چلتا تھا تو میں نے اس کی طرف نظر کی میں نے کہا کہ یہ وہ طالب علم ہے جس نے مشکوٰۃ المصابیح پڑھی ہے، اور اس حالت میں جارہا ہے کہ ٹوپی بھی نہیں ہے، اور شرٹ پہنا ہوا ہے۔ میں ترکیسر گیا اور اس کے گھر خط لکھا کہ آئندہ سال آپ ہمارے یہاں تشریف نہ لانا۔

مردہ لاشیں کچھ نہیں کر سکتی:

حضرت مولانا شیر علی صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ ویسے ہی پانچ طالب علم ہیں اور آپ نے ایک کو کم کر دیا، میں نے کہا، حضرت! چاہے تین ہوں لیکن جب مشکوٰۃ شریف کے طالب علم کو یہ احساس نہیں کہ میں نے یہ حدیثیں پڑھی ہیں، مجھے اس حالت میں امت کے سامنے نہیں رہنا ہے، اس کو دورہ پڑھا کر بھی ہم کیا کریں گے، سوائے اس کے کہ وہ ہمارے مدرسہ کو بدنام کرے گا، اساتذہ کو بدنام کرے گا، ہمیں نہیں

ضرورت، ہمیں رپورٹ نہیں چھپوانی ہے، ہمیں قوم کے سامنے یہ ڈینگیں نہیں مارنی ہے کہ میرے پچاس فارغ ہوئے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ایسی مردہ لاشوں کو قوم کے سامنے رکھ کر ہم قوم کا کوئی کام نہیں کر سکتے۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت وہ کہنے دماغ ہیں اپنے زمانے کے پیرو
کوالٹی اچھی بنائیں:

تھوڑے افراد پیدا کریں لیکن ان کے دل میں کچھ تمنا ہو، کچھ علم رکھتے ہوں وہ سوز لیکر دعوت کے کام کے لئے دنیا میں جائیں تھوڑے جائیں، پانچ جائیں، دس جائیں تو انشاء اللہ اس سے امت کا کام بنے گا، ورنہ یہ مدرسے لمبی چوڑی فہرست کل میں نے بنائی ہمارے گجرات کے مدرسوں کی آپ اندازہ لگائیں کہ کتنے فارغ ہوتے ہیں، یہ دردناک حالات ہیں، ہر ایک کو اپنے دل کو ٹٹولنا ہے۔

ترہیت سازی پر پوری توجہ دیں:

طلبہ کے پیچھے میرے دوستو خوب محنت کرنی ہے، ان کو مغرب کے بعد بلاؤ، ان کو عصر کے بعد بلاؤ، ان کو اپنے ساتھ رکھو، ان پر شفقت کرو، کھانا کھلاؤ اپنی جیب سے خرچ کرو، انہیں مانوس کرو، ضروریات کا تکفل کرو، ہمارے منتقدین اساتذہ یہ کام کرتے تھے۔ شیخ ابوبکر کا تربیتی ایک مقالہ ہم نے عربی سے اردو میں نقل کر کے دارالعلوم میں بھیجا تھا، بہت سال ہو گئے میں نے دیکھا کہ وہ کبھی کبھی اپنے طلباء کو لیکر مصر کے باغوں میں چلے جاتے تاکہ وہ ذرا تفریح کریں، کھیلیں اور ان کے لئے کھانا پکاتے تھے، اور ان کو علم دیتے تھے، ہمارے اسلاف نے اس طرح بچوں کو پڑھایا ہے کہ وہ تنگ بھی نہ ہو جائیں ان کو کبھی خود لیکر چلتے تھے چلو کھیلنے جائیں گے۔

اقبالؒ کی دور رس بصیرت نے اس کا ادراک کیا، اور فرمایا ۔
تعلیم کی تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثير میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالیہ ہو تو مٹی کا اک ڈھیر
ہم اگر غفلت کریں گے اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کے یہاں ہم کیا جواب دیں گے؟ ہمارے
پاس کوئی جواب نہیں ہوگا.....۔

اکابر کے مجاہدات:

میرے دوستو! ہم نے دین سیکھا ہے ہمارے اساتذہ نے قربانیاں دی ہیں اگر ان
کی قربانیاں نہ ہوتی تو ہم اتنے الفاظ نہیں پڑھ سکتے تھے، انہوں نے پیدل چل کر کے
دین کی دعوت دی۔ حضرت مدنیؒ کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ آسام میں حضرت
سفر کرتے تھے اور راستے میں نالے آتے، آسام میں ندیاں بہت ہیں، گہرے پانی میں
اتر کر حضرت تشریف لے جاتے، اور دیہاتوں میں جاتے تھے، اس وقت موٹریں نہیں
تھی، اس وقت رکشائیں نہیں تھی، حضرت پیدل تشریف لے جاتے تھے، اور یہاں تک
دیکھا کہ کسی گاؤں میں پہونچے، پانچ آدمی ہیں یعنی مسجد میں آدمی پانچ ہیں، لوگوں نے
بتایا کہ حضرت پانچ آدمیوں کے سامنے بھی ایسی تقریر کرتے تھے جیسے پانچ سو کے
سامنے کرتے تھے۔

یہ ان کے اخلاص کی بات تھی، میرا اور آپ کا معاملہ یہ ہے کہ اگر دو چار آدمی ہے تو
دس منٹ میں کوئی بات کہہ کر ختم کر دیں گے، اور اگر بڑا مجمع ہے تو پھر ہماری طبیعت
خوب چلتی ہے، ہمیں احتساب نفس کی ضرورت ہے، احتساب کی بہت ضرورت ہے، اور

گجرات میں بھی دلکش مقامات ہیں:

یہاں بھی ہمارے یہاں گجرات میں ایسے مقامات ہیں دریا کے کنارے طلبا کو لے
جاؤ، چلو وہاں ہم لوگ کھیلیں گے، وہاں جماعت سے نماز پڑھیں گے، وہاں یہ تعلیم
ہوگی، اور ان کے ذہنوں میں بات بٹھائیں گے کہ تمہیں کیا آئندہ کرنا ہے؟ تمہاری
زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ہم تم کو کیوں پڑھا رہے ہیں؟ یہ اس کھلی فضا میں جا کر ان کے
دماغ میں ڈالیں، ہمارے بچوں کو یہ ہی نہیں پتہ چلتا کہ ہم دورہ پڑھنے کے بعد ہماری
ذمہ داریاں کیا ہیں؟ امت تو بالکل ختم ہو رہی ہے۔

اسکول کا نصاب ہر عالم دیکھیں:

میرے دوستو امت کو ایسے راستے پر لے جایا جا رہا ہے کہ جس کا میں اس وقت تذکرہ
کرنا نہیں چاہتا، جو ہمارا نظام تعلیم ہے بہت خطرناک ہے، آپ لوگ اس کو دیکھو کہ
اسکولوں میں کیا پڑھا رہا ہے، ہر ایک عالم کی ضرورت ہے کہ وہ اسکول کے نصاب کو دیکھے
اس کے ہر صفحہ پر غور کر لے کہ وہ کس انداز سے ہمارے بچے ایسے ماحول میں الحاد و
لادینیت کی راہ پر ڈالے جا رہے ہیں، اور ہمارے قیمتی سرمایہ کو ہم سے قیمت و فیس لیکر دین
سے برگشتہ کر رہے ہیں، اکبر الہ آبادی نے اس نظام تعلیمی پر خوب طنز کیا ہے، اور اپنے
ظریفانہ انداز میں فرمایا ایسا شعر کہ جس کے بارے میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرمایا
کرتے تھے کہ اکبر کا یہ شعر بہت سے دیوانوں پر بھاری ہے ۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوچھی
اسکولوں کی مہم اتنی خطرناک ہے کہ جو کام فوج و سپاہ نہ کر سکی وہ اس خاموش مشن سے
لیا جا رہا ہے، اور ہماری غفلت کی انتہا یہ ہے کہ ہم اس بارے میں سوچتے ہی نہیں، علامہ

ہمارے اسلاف کی طرح اپنے اندر تواضع پیدا کرنے کی ضرورت ہے، حسد سے بچنے کی ضرورت ہے۔

حسد و کبر دو خطرناک بیماریاں:

کبر اور حسد یہ دو اتنی خطرناک بیماریاں ہمارے حلقوں میں گھس گئی ہیں تو واضح نہیں ہے کبر ہے، اور حسد ہے دوسروں سے جلنا ہے، یہ کچھ مضامین ہیں، جنہیں آپ پڑھیں گے انشاء اللہ، ایسے مضامین ہیں جس میں ہمارے بزرگوں نے کبر و حسد سے بچنے کی تلقین کی ہے، یہ مضامین تو سب کو دیئے جائیں گے، آپ حسد اور کبر سے بچیں، ان دونوں بیماریوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے، ہم قسام ازل کی تقسیم پر راضی نہیں، ہم تقدیر کو چیلنج کرتے ہیں، ان سے اپنے قلب و روح کو پاک رکھیں۔ میں یہ مضامین اس لئے آپ کو دے رہا ہوں کہ آئندہ بھی آپ کے پاس کوئی اچھے مضامین رسالوں میں آئیں، آپ اس کی فوٹو کاپی کریں، اور طلباء کو تقسیم کریں کہ بیٹا اس کو پڑھ لینا، تو وہ شوق سے پڑھے گا، آپ ایک مضمون دیں گے، دوسرا دیں گے، یہ اصل پڑھنے کی چیز ایسی ہے کہ آدمی کے اندر ایک مرتبہ دوسری مرتبہ پڑھے، پھر اس کو نئی نئی چیزیں پڑھنے کا ذوق پیدا ہوگا، مطالعہ کا ذوق پیدا کرنا یہ اہم کام ہے، ہماری شکایت ہے میں نے دیکھا ہے کہ بھائی طلباء میں ذوق پیدا نہیں ہے مطالعہ کا، بھائی کیوں ذوق نہیں ہے، اس لیے ہم نے ذوق پیدا نہیں کیا ہے، یہ تو آپ کو کرنا چاہئے تھا، آپ کی صحبت سے پیدا ہونا چاہئے تھا۔

ابتدائی تعلیم کے دور کا ایک واقعہ:

میں فارسی دوم میں تھا، ڈھائیل میں اپنے استاذ کے برتن دھوتا تھا، وہ ڈھائیل گاؤں میں رہتے تھے اور کھانا کھانے کے بعد میرے ذمہ تھا کہ ان کے برتن دھو کر رکھ

دیں، تو میں نے سوچا کہ اب ظہر میں تھوڑی دیر باقی ہے، تو میں کیا کمرے میں جاؤں؟ ان کی کتابیں رکھی ہوتی تھی، میں نے ایک دن علامہ شبلیؒ کی الفاروق نکالی، تو مجھے بہت اچھی لگی، فارسی دوم میں اور ۲ سال کی عمر، الفاروق مجھے اتنی پسند آئی کہ میں اس کو پڑھتا گیا، پڑھتا گیا، تین چار دن کے بعد مولانا آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ دوپہر کو اس کمرے میں تمہارے ساتھ کون آتا ہے، میں نے کہا حضرت! کوئی بھی نہیں آتا، میں اکیلا آتا ہوں، برتن صاف کرتا ہوں، کہنے لگے کوئی دوسرا آدمی داخل ہوتا ہے یہاں، میں گھبرا گیا کہ کوئی بھی نہیں آتا، میں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں تو کوئی نہیں آیا، فرمایا کہ یہ کتاب جس ترتیب سے رکھ کر گیا تھا اس ترتیب پر نہیں ہے ہٹی ہوئی ہے، یہ ان کی ذہانت کی بات تھی کہ وہ یہ کہہ رہے تھے انہوں نے محسوس کر لیا، تو پھر میں نے اعتراف کیا، میں نے کہا حضرت صحیح بات یہ ہے میں برتن صاف کرنے سے فارغ ہوتا ہوں تو میں کمرے نہیں جاتا اور میں یہ کتاب لیکر پڑھتا ہوں، میں نے ہی نکالی تھی۔ تو اس پر وہ بہت خوش ہوئے، میرے اس کہنے پر کہ میں ہی نکالی تھی، انہوں نے کہا کہ شاباش، شاباش، ضرور اس کتاب کو پڑھو، اور جب یہ کتاب ختم کر لو تو مجھے بتانا جب الفاروق ختم ہوگئی تو میں نے کہا حضرت آج میں نے اس کو مکمل کر لیا تو انہوں نے کہا کہ اب سیرت عمر ابن عبدالعزیزؒ اٹھاؤ، اس کو پڑھو، وہ جب ختم ہوگئی تو انہوں نے تیسری کتاب مجھے دی، اس سے مجھے ذوق پیدا ہوا اور وہ ذوق اس دن سے فارسی دوم سے لیکر آج تک میری ۶۷ سال کی عمر ہے، کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ میں کوئی کتاب نہیں پڑھتا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور برساوے، انہوں نے مجھے چسکا لگایا، کتاب پڑھنے کا شوق دلایا کہ ضرور پڑھو، یہ کتاب پڑھو، یہ کتاب پڑھو۔

اکل کو اکا مثالی تربیت کا انداز:

ہمیں طلباء کو کتابیں ہاتھ میں دینی ہیں، خرید خرید کر دینی ہیں، پرسوں میں اکل کو اگیا تو مجھے ایک اچھی بات معلوم ہوئی انہوں نے کہا کہ ہم طلباء کو اچھی کتاب بتاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو تم اس کو خریدو اور پچاس فی صد رقم ہم دیں گے، پچاس تم خرچ کرو، مثلاً بیس روپے کی کتاب ہے، دس طالب علم خرچ کرے دس آپ دیں، اس پر خرچ کرو، یہ بھی ایک مدہ خرچ کرنے کا، طلباء کو پیسے دے دے کر کتابیں پڑھوانی چاہئے۔

کام کرنے والے اپنے اوزار رکھتے ہیں:

میں دورہ کے سال میں مولانا داؤد صاحب کی مالش کر رہا تھا، کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا تھا، مولانا کرسی پر بیٹھے ہیں اور میرے ہاتھ میں تیل کی شیشی ہے، مولانا نے پوچھا کہ عبد اللہ! میں نے کہا جی حضرت! تم نے کسی بڑھئی کو دیکھا ہے کہ کسی دوسرے کے اوزار لیکر وہ کام کرنے جاتا ہے، میں نے کہا نہیں حضرت وہ تو اپنے سامان خود لیکر جاتا ہے، اچھا تم نے کسی نائی کو دیکھا ہے دوسروں سے استرے وغیرہ لے کر جاتا ہے، حجامت کرنے کے لئے، میں سوچنے لگا یہ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ بڑھئی کو دیکھا، نائی کو دیکھا، جب تین چار سوال کر چکے تو اس کے بعد حضرت نے فرمایا، حضرت کا منہ آگے اور میں پیچھے ہوں۔

مولوی اپنی کتابیں کیوں نہیں رکھتا:

یہ مولوی کو کیا ہو گیا ہے کہ دوسروں کی کتابیں پڑھتا رہتا ہے، اور اپنی نہیں خریدتا، مولوی کو کیا ہو گیا وہ دوسروں کی کتابوں سے کیوں کام چلاتا ہے، وہ خود کو کیوں تیار نہیں کرتا ہے۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں

جو ضرب کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا؟ اور اس کے بعد یہ جملہ فرمایا کہ دیکھ! تجھے نصیحت کرتا ہوں، کہ جتنے اہم مراجع ہیں ان کی ایک ایک کتاب تو تیرے پاس ہونی چاہئے، یہ ہوٹلوں میں جا کر پیسہ برباد مت کرو، تم کتابیں خریدو، تفسیر کی کتاب، حدیث کی کتاب، فقہ کی کتاب، تصوف کی کتاب جو بھی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائیں، ان کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں آمین، ہمارے اساتذہ نے ہم کو لگایا، ہم کو سمجھایا کتابیں خریدو۔

طالب علم کو کتابیں خریدنے کا عادی بناؤ:

طالب علم ہو اور اس کے پاس کتاب نہ ہو، مانگ مانگ کے پڑھے، ہر طالب علم میں ذوق پیدا کرو کہ اپنی کتاب خریدو اور اگر اس کے پاس پیسہ نہیں ہے تو اللہ نے آپ کو دیئے ہیں تو آپ دیدیں، اگر آپ خود نہیں دیتے ہیں تو صاحب خیر آپ کے پاس گاؤں میں ہیں، ان سے کہو کہ بھائی! اپنی رقم بچہ پر خرچ کرو۔ اب بھی ہم ایسا کرتے ہیں ہمارے جو طلباء دس بارہ تیرہ اس گاؤں کے پڑھ رہے ہیں، ڈھانیل میں پڑھ رہے ہیں تو میں ان کو پوچھتا ہوں کہ آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہے، آپ کو کچھ چاہئے؟ تو وہ بتاتے ہیں کہ اگر فلانی چیز ہو تو اچھا ہے، تو میں نے کہا اچھا صاحب اس کو خرید کر دیتے ہیں۔

اب ان کا علم بڑھے گا، وہ نئی نئی تعبیرات سے واقف ہوں گے، آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا، ان کا لغات دیکھنے کا مزاج بنائیں، وہ مصباح اللغات خریدیں، لغات وحیدری خریدیں، ان سے کہنا چاہئے الفاظ تم نکالو اس میں سے، یہ نہیں کہ استاذ کا منہ دیکھتے رہو، استاذ کہاں ترجمہ کر رہے ہیں، تم ڈکشنری سے پہلے نکالو، صلاحیت اس وقت پیدا ہوگی، اس طرح میرے دوستو اگر استاذ طلبہ کے پیچھے لگے رہیں گے، تو استعداد بن

جائے گی، یہ تجربہ کی بات ہے۔

تجربہ کر لیں:

آپ اس کا تجربہ کر لیں، آپ چند طلبہ کا انتخاب کریں اور ان پر محنت کر کے دیکھیں پھر انشاء اللہ شعبان میں آپ دیکھیں گے کس طرح ان میں نکھار پیدا ہوا ہے، لوگوں نے جانوروں پر یہاں تک کہ درندوں پر محنت کی اور انہیں سدھار لیا، بڑے بڑے کام لئے، آخر اگر ہم ان سادہ ذہنوں پر محنت کریں گے، تو کیسے ممکن ہے کہ ثمرات ظاہر نہ ہوں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین، یہ میری عاجزانہ درخواست ہے۔

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی
ہم جہد مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرائیں:

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں بچے بالکل نہیں پڑھتے، سیرت کی کتابوں سے بالکل ناواقف ہیں، دورہ کے بعد بھی کسی واقعہ پر ہمارے طالب علم تجزیہ نہیں کر سکتے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیرت رسول پڑھے بغیر کوئی صحیح معنی میں کچھ بھی نہیں کر سکتا، ہمیں تو سیرت رسول کے مقابلہ اسکول و کالج کے طلباء میں کروانے چاہئے۔ سید سلیمان صاحب ندوی کے صاحبزادے ڈربن میں رہتے ہیں، وہ وہاں یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، اب رٹائر ہو گئے، گزشتہ سال ان سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا عجیب بات ہے کہ یہاں کی یونیورسٹی والے ڈربن کے ساؤتھ افریقہ سے مجھے سیرت پر ایک ہفتہ کا لکچر دینے کے لئے دعوت دیتے ہیں، ہمارے مدرسوں سے کبھی ہم کو کسی نے یہ نہیں کہا کہ ایک ہفتہ تک سیرت پر بیان دیجئے تو مجھے شرمندگی ہوئی، صحیح بات ہے بہت ڈر لگتا ہے، کہیں یہ دعوت کی نعمتیں ہم سے چھین نہ لی جائیں،

کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں ہے، وَإِنْ تَسْأَلُوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ، اقبال مرحوم نے اس درد کا اظہار کیا تھا۔

اس اندیشہ سے میں ضبط آہ کرتا رہوں کب تک
کہ مغز والے نہ لے جائیں تیری قسمت کی چنگاری
سیرت تو اسوۂ حسنہ ہے:

سیرت النبی تو ہمارے لئے ضروری ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، اس اسوہ کو ہم خود نہیں سمجھتے، اس کی سیرت کا گہرا مطالعہ نہیں ہے اور سیرت کا گہرا مطالعہ نہیں ہوگا، ہماری سیرت نہیں بن سکتی، سیرت تو آپ ﷺ کی سیرت پر نظر رکھنے سے ہی بنے گی، اس میں زندگی کے ہر شعبہ، ہر فرد کی رہنمائی ہے، بس اسوہ کو عروج ہی عروج ہے، اسے زوال نہیں، اس سے وابستہ افراد کو کبھی زوال نہیں آ سکتا ہے۔

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر ایک عروج میں پنہا زوال ہے
صحابہ کی سیرت پڑھنے سے ہی ہمارے اندر ایمان تازہ ہوگا، لیکن یہ ایک بات ہم سے چھوٹ گئی کہ سیرت پر توجہ نہ دے سکے، تو ہم آپ سے درخواست کرنے بیٹھے ہیں کہ سیرت کا مطالعہ خود بھی کریں، طلبہ سے بھی کروائیں، بتائیں کہ سیرت کی کیا کتابیں ہیں، کس طرح تمہیں پڑھنا ہے، یہ بہت ضروری ہے، علامہ شملی کے نام و کام سے آپ واقف ہیں، ان کا یہ شعر سیرت کی اہمیت کا شاہکار ہے۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستان لکھی
مجھے چندے اسیر آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم ﷺ

کوئی اچھا مضمون ہے، اس کا مطالعہ کروائیں، اور جو بات سمجھ



























[illegible]

[illegible]

















































































































⑨                    

୧୫ ୧୬ ୧୭ ୧୮ ୧୯ ୨୦ ୨୧ ୨୨ ୨୩ ୨୪ ୨୫ ୨୬ ୨୭ ୨୮ ୨୯ ୩୦
 ୩୧ ୩୨ ୩୩ ୩୪ ୩୫ ୩୬ ୩୭ ୩୮ ୩୯ ୪୦ ୪୧ ୪୨ ୪୩ ୪୪ ୪୫
 ୪୬ ୪୭ ୪୮ ୪୯ ୫୦ ୫୧ ୫୨ ୫୩ ୫୪ ୫୫ ୫୬ ୫୭ ୫୮ ୫୯ ୬୦
 ୬୧ ୬୨ ୬୩ ୬୪ ୬୫ ୬୬ ୬୭ ୬୮ ୬୯ ୭୦ ୭୧ ୭୨ ୭୩ ୭୪ ୭୫
 ୭୬ ୭୭ ୭୮ ୭୯ ୮୦ ୮୧ ୮୨ ୮୩ ୮୪ ୮୫ ୮୬ ୮୭ ୮୮ ୮୯ ୯୦
 ୯୧ ୯୨ ୯୩ ୯୪ ୯୫ ୯୬ ୯୭ ୯୮ ୯୯ ୧୦୦

[illegible]

[illegible]



“          ”                                                                                                   

www.attablig.com

